بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

مختصر اور جامع تفسیری نکات

تذکیر بالقرآن

Reflections from Qur'an

قرآن مجید کی منتخب آیات کی تفسیر

A Summary of Qur'anic Teachings

Part – 3

English - Urdu

حافظ محمد ابوبکر سجاد علوی (خطیب لندن)

Seymour Road

London,

United Kingdom

Telephone: +44 7853099327

پارہ – 3

قرآن مجید کا تیسرا پارہ سورۃ البقرہ کی بقیہ آیات:253 تا 286 اور سورہ آل عمران کی پہلی 91 آیات پر مشتمل ہے۔

اہم تفسیری نکات

پہلا رکوع: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ (البقرہ۔253)

تیسرے پارے کی ابتدائی آیات میں انبیاء کے مراتب اور فضائل کا بیان ہے۔ انبیاؑ کا خاص مقام و مرتبہ، ان کے ادب کے تقاضے، سب انبیاء کا ادب و احترام اس رکوع کے اسباق ہیں۔ اس رکوع کا بیشتر حصہ دوسرے پارے کی آخری آیات میں گذر چکا ہے۔

انبیاء کے مراتب اور فضیلتیں۔ ذِکر مدارج الانبیاءؑ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔۔۔ (البقرہ۔253)

یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا۔ بعض کے درجے بلند کیے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو صریح معجزے دیے تھے اور اسے پاکیزہ روح (جبرائیلؑ) کے ساتھ قوت دی تھی۔(البقرہ۔253)

Ranks and Status of Prophets

We have chosen some of those messengers above others. Allah spoke directly to some and raised some high in rank. To Jesus, son of Mary, We gave clear proofs and supported him with the holy spirit (Gabrial)… (2:253)

یہاں یہ وضاحت ہو رہی ہے کہ رسولوں میں بھی مراتب ہیں، جیسے دوسری جگہ فرمایا: وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّنَ عَلٰي بَعْضٍ۔(الاسراء:55) ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔

بعض نبیوں کو باقی انبیاء پر فضیلت اور اور تمام پیغمبروں اور رسولوں پر نبی اکرم ﷺ کی فضیلت واشرفیت امّت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے۔

البتہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ لا تخیرونی من بین الأنبیآء (بخاری، مسلم) کہ تم مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت مت دو۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تفضلوا بین انبیاء اللہ۔ انبیاء کے درمیان تفضیل نہ کیا کرو۔

ان احادیث سے انبیاءؑ کی باہمی فضیلتوں کا انکار لازم نہیں آتا بلکہ ان کے ذریعے امت کو انبیاء علیہ السلام کی بابت ایک خاص ادب اور احترام سکھایا گیا ہے کہ تم میری فضیلت بھی اس طرح بیان نہ کرنا جس سے دوسرے انبیاء کی شان میں کمی کا تاثر پیدا ہو۔

اس اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ دلیل کے بغیر محض اپنی رائے سے بعض کو بعض پر فضیلت نہ دو۔ اس لئے کہ کسی نبی کے افضل ہونے کا علم رائے اور قیاس سے حاصل نہیں ہو سکتا لیکن قرآن وسنت کی کسی دلیل سے اگر بعض انبیاء(علیہم السلام) کی بعض پر فضیلت معلوم ہو گئی تو اس کے مطابق اعتقاد رکھا جائے گا۔

حدیث: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تُطْروني كما أَطْرت النصارى ابنَ مريم؛ إنما أنا عبده، فقولوا: عبد الله ورسوله۔ میری تعریف میں ایسے حد سے نہ گزرو، جیسے نصاریٰ اپنے نبی عیسی ابن مریمؑ کی تعریف میں حد سے گزر گئے۔ میں تو محض ایک بندہ ہوں۔ اس لیے یوں کہو کہ یہ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ (بخاری)

آیت کا ایک اور مفہوم یہ بھی ہے کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہی تھا۔ سلسلہ رسالت کی ہر کڑی نے وہی دعوت دی ہے جو اسلام کی ہے۔ جیسا کہ اسی سورت کی آخری آیات میں فرمایا گیا: لا نفرق بین احد من رسلہ۔ ہم انبیاءؑ کو ایک دوسرے سے الگ نہیں سمجھتے۔

.حدیث: ایک حدیث مبارکہ کے اندر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: والأنبياء إخوة لعلات، أمهاتهم شتىٰ ودينهم واحد۔ تمام انبیاء آپس میں علّاتی بھائیوں کی طرح ہیں۔ اگرچہ ان کی مائیں مختلف تھیں مگر ان سب کا دین ایک ہی تھا۔ (بخاری، مسلم)

عیسیٰ علیہ اسلام کا ذکر

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِؕ۔

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات عطا فرمائے اور روح القدس سے ان کی تائید کی۔

دوسرا رکوع: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ۔۔۔ (البقرہ۔254)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

انفاق فی سبیل اللہ، آیۃ الکرسی، دین اختیار کرنے میں کسی پر جبر نہیں: لا اکراہ فی الدین، طاغوت سے انکار کا حکم، تاریکی سے روشنی کا سفر (من الظلمات الی النوّر) کے موضوعات شامل ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ۔۔۔

اے ایمان والو جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو۔۔۔ البقرہ۔254

Spend in Charity

O You who have believed! Donate from what We have provided for you... (2:254)

راہ خدا میں مالی قربانیاں

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم کرتا ہے کہ وہ راہ خدا میں مالی قربانیاں برداشت کریں، ہر بھلائی کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کا ثواب جمع رہے، اور پھر فرمایا کہ اپنی زندگی میں ہی خیرات و صدقات کرلو، قیامت کے دن نہ تو خرید و فروخت ہوگی نہ کسی کا نسب اور دوستی و محبت کچھ کام آسکتی ہے، جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے: فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ۔ یعنی جب صور پھونکا جائے گا اس دن نہ تو نسب رہے گا نہ کوئی کسی کا پرسان حال ہوگا۔ (المؤمنون:101)

آیۃ الکرسی کی فضیلت واہمیت

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَىُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَـئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ۔

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں

جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے،

جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند،

اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔

کون جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے،

مخلوقات کے تمام حاضر اور غائب حالات کو جانتا ہے۔

اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ جتنا چاہے،

اس کی کرسی کی وسعت نے زمین اور آسمان کو گھیر رکھا ہے

اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے،

بس وہی سب سے بلند و برتر ذات ہے۔

Allah! There is no god ˹worthy of worship˺ except Him, the Ever-Living, All-Sustaining. Neither drowsiness nor sleep overtakes Him. To Him belongs whatever is in the heavens and whatever is on the earth. Who could possibly intercede with Him without His permission? He ˹fully˺ knows what is ahead of them and what is behind them, but no one can grasp any of His knowledge—except what He wills ˹to reveal˺. His Seat encompasses the heavens and the earth, and the preservation of both does not tire Him. For He is the Most High, the Greatest.

یہ آیت الکرسی ہے جس کی بڑی فضیلت صحیح احادیث سے ثابت ہے مثلاً یہ آیت قرآن کی عظیم ترین آیت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ایسی مکمل معرفت بخشی گئی ہے جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔اسی بنا پر حدیث میں اس کو قرآن کی سب سے افضل آیت قرار دیا گیا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی صفات جلال اس کی علوشان اور اس کی قدرت و عظمت پر مبنی نہایت جامع ترین آیت ہے۔

اس آیت میں ایک نہایت لطیف اشارہ ہے کہ انسانوں کے عقائد و نظریات اور مسالک و مذاہب خواہ کتنے ہی مختلف ہوں، اس جہان کی سب سے بڑی حقیقت جس پر نظام کائنات قائم ہے وہی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔کسی کے اللہ کو ماننے یا نہ ماننے سے اس سچائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی انسانوں کی غلط فہمیوں سے اس حقیقت میں ذرہ برابر کوئی فرق آتا ہے۔مگر اللہ کا یہ منشا نہیں ہے کہ اس کے ماننے پر لوگوں کو زبردستی مجبور کیا جائے۔جو اسے مان لے گا، وہ خود ہی فائدے میں رہے گا اور جو اس سے منہ موڑے گا، وہ آپ نقصان اٹھائے گا۔

اس ایک آیت میں اللہ رب العالمین کی دس صفات کا تذکرہ ہے۔

جس میں اللہ جل شانہ کا موجود ہونا، حي یا زندہ ہونا، سمیع و بصیر ہونا، متکلم ہونا، واجب الوجود ہونا، دائم و باقی ہونا، سب کائنات کا مالک ہونا، صاحب عظمت و جلال ہونا، ایسی قدرت کاملہ کا مالک ہونا کہ سارے عالم اور اس کی کائنات کو پیدا کرنے باقی رکھنے اور ان کا نظام محکم قائم رکھنے سے اس کو نہ کوئی تھکان پیش آتا ہے نہ سستی ایسے علم محیط کا مالک ہونا جس سے کوئی کھلی یا چھپی چیز باہر نہ رہے۔

آیۃ الکرسی کے پڑھنے سے رات کو شیطان سے تحفظ رہتا ہے۔

سخت پریشانی اور تکلیف کی دعا:

حدیث: نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی کام سخت تکلیف اور پریشانی میں ڈال دیتا تو آپؐ یہ دعا پڑھتے:

یا حی و قیوم! برحمتک استغیث۔

اے زندہ اور ہمیشہ رہنے والے! تیری رحمت کے وسیلے سے تیری مدد چاہتا ہوں۔ (ترمذی)

آیت لکرسی کی فضیلت

حدیث میں ہے جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لے اسے جنت میں جانے سے کوئی چیز نہیں روکے گی سوائے موت کے۔ (نسائی)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ بقرہ میں ایک آیت ہے جو سیدہ آیات القرآن ہے وہ جس گھر میں پڑھی جائے شیطان اس سے نکل جاتا ہے۔

کرسی سے کیا مراد ہے؟

کرسی سے بعض نے موضع قدمین (قدم رکھنے کی جگہ) بعض نے اللہ کا علم بعض نے اللہ کی قدرت و عظمت بعض نے بادشاہی اور بعض نے اللہ کا عرش مراد لیا ہے۔

لیکن صفات باری تعالٰی کے بارے میں مفسرین و محدثین کا یہ مسلک ہے کہ اللہ تعالی کی جو صفات جس طرح قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہیں ان کی بغیر تاویل اور کیفیت بیان کیے ان پر ایمان رکھا جائے۔ اس لیے یہی ایمان رکھنا چاہیے کہ یہ کرسی ہے۔ اس کی کیفیت کیا ہے؟ اس پر اللہ ربّ العالمین کیسے جلوہ افروز ہوتے ہیں؟ اس کو ہم بیان نہیں کر سکتے کیونکہ یہ متشابہات میں سے ہے جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ۔۔۔ ان کا مطلب سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ (آل عمران۔7)

دین میں جبر نہیں۔لااکراہ فی الدّین

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ۖ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔۔۔(البقرہ۔256)

دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے بے شک ہدایت گمراہی سے جدا ہو چکی ہے۔۔۔

There is no concept of force conversion in Islam

Let there be no compulsion in religion, for the truth stands out clearly from falsehood. So whoever renounces evil and believes in Allah has certainly grasped the firmest, unfailing hand-hold. And Allah is All-Hearing, All-Knowing. (2:256)

This verse was revealed when some new Muslims tried to force their Jewish and Christian children to convert to Islam. They asked the Prophet (PBUH) about force conversion of their children. The Prophet (PBUH) kept quiet until this verse (2:256) revealed which prohibits forced conversion.

شانِ نزول:اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نصاریٰ میں سے ایک آدمی نے اسلام قبول کیا پھر اپنے بچوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال پوچھا کہ کیا میں اپنے بچوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں؟ حضور ﷺ اس سوال پر خاموش رہے یہاں تک کہ یہ آیت لا اکراہ فی الدین۔۔ نازل ہوئی جس میں کسی کو زبردستی مسلمان بنانے سے روک دیا گیا۔

اس آیت میں دین سے مراد اللہ کے متعلق وہ عقیدہ ہے جو اوپر آیت الکرسی میں بیان ہوا ہے،اور وہ پورا نظامِ زندگی ہے جو اس عقیدے پر بنتا ہے۔آیت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کا یہ اعتقادی اور اخلاقی و عملی نظام کسی پر زبردستی مسلط نہیں کیا جاسکتا۔

یہ آیت حکم کے اعتبار سے عام ہے یعنی کسی پر بھی قبول اسلام کے لیے جبر نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی دونوں کو واضح کر دیا ہے۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے اللہ رب العزت ہدایت دے گا وہ ہدایت قبول کرلے گا لہٰذا ہمیں کسی کو زبردستی مسلمان بنانے کی کیا ضرورت ہے۔۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ رشد وہدایت کو واضح کر دیا گیا ہے اور انسان کو ہدایت کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا آپشن دے دیا گیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا: انّا ھدینٰہ النّجدین، امّا شاکراً وامّا کفوراً۔ ہم نے انسان کو دونوں راستے بتادئے، اب چاہے تو شکر کرے اور چاہے تو انکار کرے۔

ایک اور جگہ فرمایا گیا: فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔ یعنی حق کو واضح کرنے کے بعد فرمایا دیا گیا کہ اب انسان کو اختیار ہے کہ چاہے اس ہدایت کو قبول کر کے کامیابی حاصل کرے اور چاہے تو اس کا انکار کر کے آخرت میں ناکام ونامراد رہے۔

دین میں جبر واکراہ ممکن ہی نہیں

تکنیکی لحاظ سے دیکھا جائے تو درحقیقت دین وایمان کے قبول پر جبر واکراہ ممکن بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایمان صرف زبانی اقرار کا نام نہیں بلکہ اس کا تعلق درحقیقت قلب (تصدیق بالقلب) کے ساتھ ہے اور جبر واکراہ کا تعلق صرف ظاہری اعضاء سے ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام اعمال میں بھی اخلاص اور للٰہیت شرط ہے۔ حدیث مبارکہ کے اندر آتا ہے کہ کوئی بھی نیک عمل اخلاص کے بغیر بارگاہ الٰہی میں قبول ہی نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: انّ اللہ لا یقبل من العمل الّا کان لہ خالصاً۔ اللہ تعالیٰ کسی نیک عمل کو اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک وہ صرف اللہ کی رضا کیلئے نہ کیا جائے۔ اسی طرح ایک اور حدیث کے اندر فرمایا گیا کہ: من صلّیٰ یرائی فقد اشرک، من صام یرائی فقد اشرک، من تصدق یرائی فقد اشرک۔۔ یعنی جس نے دکھلاوے کیلئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھلاوے کیلئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے دکھلاوے کیلئے صدقہ وخیرات کیا اس نے شرک کیا۔

دین یا نظریہ ایک ایسی چیز ہے کہ بیان وادراک کے بعد یہ سمجھنے اور سمجھانے کی چیز ہے، زبردستی مسلط کرنے کی چیز نہیں۔ جبر وتشدد کے ذریعے مذاہب ونظریات نہیں پھیلائے جاسکتے اور یہی پالیسی اسلام نے دین اسلام کی بابت اختیار کی ہے۔ دین اسلام اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ غور وفکر کرنے والے دماغوں کو خطاب کرتا ہے۔ اسلام فطرت سلیمہ کو خطاب کر کے انسانی فہم وادراک کو دعوت دیتا ہے اور جبر وتشدد کا راستہ اختیار نہیں کرتا۔ اسلام کی یہ پالیسی نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو دباؤ اور جبر کے ذریعہ دائرہ اسلام میں داخل کرے، اس معاملہ میں اسلام صرف دعوت وتبلیغ سے کام لے کر لوگوں کے دل ودماغ کو مطمئن کرتا ہے۔

جبر اور اکراہ سے صرف ظاہری اعضاء تو متاثر ہو سکتے ہیں مگر اعمال میں خلوص پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاؑ نے دلوں پر محنت کی اور لوگوں کو قبول اسلام کیلیئے ذہنی طور پر تیار کیا۔ اس امّت میں بھی فریضہ دعوت و تبلیغ اور فریضہ امر بالمعروف کے سلسلے میں پہلی ہدایت: ادع الیٰ سبیل ربّک بالحکمتہ و الموعظۃ الحسنہ دی گئی۔ یعنی دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں حکمت، موعظہ حسنہ، نرم رویہ، ہمیشہ مثبت اور تعمیری دلائل کا طریقہ اپناتے ہوئے ایسا دعوتی ماحول بنایا جائے کہ لوگ خوشی سے اسلام کی تعلیمات کی طرف متوجہ ہوں اور ان پر عمل کی کوشش کریں۔

طاغوت سے انکار کا حکم

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔

(البقرہ۔256)

پھر جو شخص شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط سہارا پکڑ لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (البقرہ۔256)

So whoever renounces false gods and believes in Allah has certainly grasped the firmest, unfailing hand-hold. And Allah is All-Hearing, All-Knowing. (2:256)

طاغوت سے کیا مراد ہے؟

الطاغوت، طغیان سے ہے۔ طاغوت لغت کے اعتبار سے ہر اس شخص کو کہا جائے گا، جو اپنی جائز حد سے تجاوز کر گیا ہو۔ اس اعتبار سے ہر وہ شخص جو صحیح فکر سے تجاوز کر جائے جو حق سے سرکشی کرے۔ جو ان حدود سے آگے بڑھ جائے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے قائم کی ہیں۔

اللہ کے مقابلے میں ایک بندے کی سرکشی کے تین درجے ہیں۔

1۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اصولاً اس کی فرماں برداری ہی کو حق مانے، مگر عملاً اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے۔ اس کا نام فسق ہے۔

2۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ اس کی فرماں برداری سے اصولاً منحرف ہو کر یا تو خود مختار بن جائے یا اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرنے لگے۔ یہ بندگی رب سے انکار ہے۔

3۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ مالک سے باغی ہو کر اس کھلم کھلا بغاوت شروع کر دے اور بندگی کی حد سے تجاوز کر کے خود آقائی و خداوندی کا دم بھرے اور خدا کے بندوں سے اپنی بندگی کرائے۔ اس آخری مرتبے پر جو بندہ پہنچ جائے، اسی کا نام طاغوت ہے اور کوئی شخص صحیح معنوں میں اللہ کا مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ اس طاغوت کا منکر نہ ہو۔

پس راہ راست پر وہی شخص ہے جو طاغوت کی تمام شکلوں اور تمام صورتوں سے انکار اور کنارہ کشی اختیار کرے اور صرف اللہ وحدہ پر ایمان لائے اور وہی کامیاب ہے۔ اور اس کی مثال اس طرح ہے جس طرح ایک شخص مشکل حالات میں ایک مضبوط سہارا تھام لے جو گرنے والا نہ ہو۔

اندھیرے سے اجالے کی طرف

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ۔۔۔

اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔۔۔ آل عمران-257

From Darkness to Light

Allah is the Guardian of the believers—He brings them out of darkness and into light.... (2:257)

ایمان نور اور روشنی ہے

حقیقت یہ ہے کہ ایمان ایک نور اور خاص روشنی کا نام ہے۔ وہ اپنے مزاج اور حقیقت کے اعتبار سے ایک منفرد نور ہے۔ ایک بندہ مومن کی شخصیت نورانی ہوتی ہے۔ اس کی روح بھی پاکیزہ اور روشن ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مومن اپنے ماحول میں روشنی اور اچھائی پھیلاتا ہے۔ اس کا ماحول روشن اور واضح ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی روشنی ہے جو صرف ایک اور منفرد راستہ دکھاتی ہے۔

اس نور کے متضاد مختلف قسم کی تاریکیاں ہیں۔ شہوت وخودسری کی تاریکی، فسق وفجور کی تاریکی، کبر وغرور اور انکار وسرکشی کی تاریکی، ریاکاری اور نفاق کی تاریکی، لالچ اور نفع اندوزی کی تاریکی، شک اور بے چینی کی تاریکی۔ غرض بیشمار اور لاتعداد ظلمات ہیں جو گمراہی کی تاریکیاں ہیں اور سب کا مزاج یہ ہے کہ ان میں گھرا ہوا انسان اللہ کی راہ سے مختلف سمت کی طرف چل پڑتا ہے۔ وہ غیر اللہ سے ہدایت حاصل کرتا ہے اور غیر اسلامی زندگی بسر کرتا ہے۔ جو لوگ ان اندھیروں میں زندگی بسر کرتے ہیں: أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ یہ لوگ آگ والے ہیں اور یہ ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں۔(البقرہ۔257)

تیسرا رکوع: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَاۤجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ۔۔۔ (البقرہ۔258)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس رکوع میں تین آیات ہیں اور ان کا موضوع اسلامی عقائد کے اہم پہلو یعنی اللہ کی وحدانیت اور ربوبیت،، عقیدہ آخرت، زندگی اور موت کی حقیقت۔ اس رکوع میں حیات بعد الموت کو تین واقعات کی روشنی میں بیان کیا گیا:

1۔ ابراہیمؑ اور نمرود کا مکالمہ

2۔ ایک شخص کا ایک شہر کی تباہی پر غور وفکر

3۔ ابراہیمؑ کا اطمینان قلب کیلئے سوال

یہ آیات ایک بندہ مومن میں صحیح اسلامی تصور حیات پیدا کرتی ہیں۔ ان موضوعات پر اللہ تعالیٰ ایسے آثار وشواہد پیش کرتا ہے جو فطرت کے قریب اور انسان کے روزمرّہ کے مشاہدے میں شامل ہیں۔

حیات بعد الموت اسلامی عقائد کا ایک اہم پہلو ہے۔ جس پر قرآن مجید میں بحث کی گئی ہے اور اس پارہ کے آغاز سے ہی اس پر بحث کی گئی ہے۔ نیز ان آیات کا ان صفات الٰہی کے ساتھ بھی براہ راست تعلق ہے جو آیت الکرسی میں بیان کی گئی ہیں۔

ابراہیمؑ اور نمرود کا مکالمہ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (البقرہ۔258)

کیا تم نے اُس شخص کے حال پر غور نہیں کیا، جس نے ابراہیمؑ سے جھگڑا کیا تھا؟ جھگڑا اِس بات پر کہ ابراہیمؑ کا رب کون ہے، اور اس بنا پر کہ اس شخص کو اللہ نے حکومت دے رکھی تھی جب ابراہیمؑ نے کہا کہ "میرا رب وہ ہے، جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے، تو اُس نے جواب دیا: "زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے" ابراہیمؑ نے کہا: "اچھا، اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو ذرا اُسے مغرب سے نکال لا" یہ سن کر وہ منکر حق ششدر رہ گیا، مگر اللہ ظالموں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ (آل عمران۔258)

Are you ˹O Prophet˺ not aware of the one who argued with Abraham about his Lord because Allah had granted him kingship? ˹Remember˺ when Abraham said, “My Lord is the One Who has power to give life and cause death.” He argued, “I too have the

power to give life and cause death." Abraham challenged ˹him˺, "Allah causes the sun to rise from the east. So make it rise from the west." So the disbeliever was overwhelmed (by astonishment). And Allah does not guide the wrongdoing people. (2:258)

نمرود اللہ کی ربوبیت کا منکر تھا لیکن ابراہیمؑ نے اسے لاجواب کر دیا۔

قَالَ اِبْرٰهِمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ۔

ابراہیم نے کہا کہ خدا تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے آپ اسے مغرب سے نکال دیجئے۔ (آل عمران۔258)

Abraham challenged ˹him˺, "Allah causes the sun to rise from the east. So, make it rise from the west." (2:258)

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے دور کے بادشاہ کے درمیان ہونے والی گفتگو یا مکالمہ کو نقل کیا گیا ہے۔ یہاں بادشاہ کا نام نہیں دیا گیا، اس لئے کہ یہاں اس کے نام کے ذکر سے اصل بات میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا۔

آیت میں الَّذِيْ (ایک شخص) سے کون مراد ہے؟ اگرچہ قرآن میں نام کا ذکر نہیں کہ یہاں کون مراد ہے۔ ہمارے مفسرین نے اس سے عام طور پر نمرود کو مراد لیا ہے۔

ایک نکتہ اور سبق اس آیت سے یہ ملتا ہے کہ کسی گناہگار کے تذکرے میں گناہ گار کا نام اہم نہیں بلکہ گناہ کا وہ فعل قابل مذمّت ہے جو اس سے سرزد ہوا، جس سے دوسرے لوگوں کو بچنا چاہئے۔ دوسرے الفاظ میں گناہ سے نفرت کرو، گناہگار سے نہیں۔

دوسرا ان آیات مکالمہ سے انبیاء کی ایک عظیم سنّت بھی معلوم ہوتی ہے کہ انبیاؑ ہمیشہ دلیل سے بات کرتے اور مخالف کی بات سنتے بھی تھے۔ وہ ہمیشہ دلائل، بات چیت اور ڈائیلاگ سے سخت ترین منکر اور مخالف کو بھی قائل کرنے کی کوشش کرتے۔

اس آیت سے مناظرہ اور مباحثہ کے احکام اور آداب بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ مخالفین اور منکرین سے ڈائیلاگ، مباحثہ اور مناظرہ کرنا جائز ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے' ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے اہل کتاب سے مباحثہ کیا۔

کسی بھی ڈسکشن یا مباحثہ میں انانیت' ہٹ دھرمی' کج بحثی اور اپنی ضد پر قائم رہنا اور اپنے مؤقف پر اڑے رہنا بحث کے آداب کے خلاف ہے۔ اسی طرح دلیل، سوال یا اعتراض کا جواب جہالت اور بدتمیزی سے دینا کم از کم علماء حق کی شان نہیں ہو سکتی۔

بقول شاعر:

ملّا کو جب میں نے اس کے کفر پر ٹوکا

شرع کے لہجہ میں، میں نے اس سے گالیاں سنیں

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی غیر مسلم کو بادشاہ کہنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے اس کو ملک دیا تھا۔(ان آتٰہ اللہ الملک)۔ بادشاہت اور اقتدار و اختیار ایک خداداد نعمت ہے جو اللہ بطور آزمائش اپنے بندوں میں سے کسی کو بھی عطا کر سکتا ہے (توتی الملک من تشاء)۔

نمرود کون تھا؟

نمرود بن کنعان حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں ایک بادشاہ گذرا ہے جس کا پایہ تخت بابل (قدیم عراق) تھا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ نمرود اصل میں لقب تھا کسی کا نام نہیں تھا۔ جیسے فارس کے ہر بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے ہر بادشاہ کو قیصر اور مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون اور حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی مشرق مغرب کی سلطنت رکھنے والے چار بادشاہ گذرے جن میں سے دو مومن اور دو کافر۔ مومن بادشاہوں میں حضرت سلیمانؑ اور حضرت ذوالقرنین، اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر شامل تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں شرک تقریباً اپنی ساری صورتوں کے ساتھ موجود تھا، لوگ بتوں کو پوجتے تھے، سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ بادشاہ وقت کو رب بھی مانتے تھے۔

نمرود جو خود (نعوذ باللہ) خدا ہونے کا مدعی تھا اور اپنے آپ کو اوتار بادشاہ یعنی

God King کہتا تھا۔

جیسا کہ اس کے بعد فرعون نے بھی اسی طرح کا دعویٰ کیا تھا۔

نمرود کے دماغ میں رعونت اور انانیت آگئی تھی، سرکشی اور تکبر، نخوت اور غرور طبیعت میں سما گیا تھا جس کے نتیجے میں خدائی کا اتنا بڑا دعویٰ کر بیٹھا۔ وہ اپنے آپ کو عوام سے سجدہ کرواتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے سامنے آئے تو سجدہ نہ کیا نمرود نے دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ اس نے کہا رب تو میں ہوں، انہوں نے جواب دیا کہ میں حاکم کو رب نہیں کہتا رب وہ ہے جو زندگی اور موت کا مالک ہے۔

نمرود کی ناک میں مچھر کے گھسنے اور ہتھوڑوں یا جوتوں سے اپنے سر کو پٹوانے کے واقعات نہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں نہ کسی صحابی سے۔

قوموں اور بستیوں کی تباہی۔ لمحہ فکریہ

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ۔۔۔ (البقرہ۔259)

یا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ایک مسمار بستی کے پاس سے گزرا تو کہنے لگا کہ یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی ہے، اسے اللہ کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا؟ اس پر اللہ نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ سو برس تک مُردہ پڑا رہا پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی اور اس سے پوچھا: "بتاؤ، کتنی مدت پڑے رہے ہو؟ اُس نے کہا: ایک دن یا چند گھنٹے، فرمایا: تم پر سو برس اِسی حالت میں گزر چکے ہیں۔۔۔(البقرہ۔259)

Reflection on Destruction

Or ˹are you not aware of˺ the one who passed by a city which was in ruins. He wondered, "How could Allah bring this back to life after its destruction?" So Allah caused him to die for a hundred years then brought him back to life. Allah asked, "How long have you remained ˹in this state˺?" He replied, "Perhaps a day or part of a day." Allah said, "No! You have remained here for a hundred years! Just look at your food and drink—they have not rotted! Look at thine ass! And, that We may make thee a token unto mankind, look at the bones, how We adjust them and then cover them with flesh! And when (the matter) became clear unto him, he said: I know now that Allah is Able to do all things. (2:259)

اس آیت میں دنیا کی زندگی کی حقیقت کو ایک واقعاتی تمثیل کے ذریعے بیان کیا گیا۔ یہ شخص کون تھا جس کا گزر ایک بستی پر ہوا۔ وہ کون سی بستی تھی جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں قرآن کریم خاموش ہے۔

مفسرین کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ ہے جن کا گزر یروشلم شہر پر ہوا تھا جو تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ بابل قدیم عراق کے بادشاہ بخت نصر نے 586 ق۔م میں فلسطین پر حملہ کیا تھا اور یروشلم کو مکمل تباہ و برباد کر دیا تھا جس کے نتیجے میں وہاں کوئی متنفس نہیں بچا تھا، جو زندہ بچے تھے ان کو وہ اپنے ساتھ قید کر کے لے گیا تھا۔۔ تو جس زمانے میں یہ شہر اجڑا ہوا تھا تو حضرت عزیر علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا۔

انہوں نے دیکھا کہ وہاں کوئی متنفس ّزندہ نہیں اور کوئی عمارت سلامت نہیں تو ان کے دل میں سوال پیدا ہوا: قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا۔۔۔ کہ اللہ اس ویرانے کو دوبارہ کیسے آباد کرے گا؟ وہاں ٹھہر کر سوچنے لگے کہ بھلا ایسا بڑا پر رونق شہر جو اس طرح اجڑا ہے یہ پھر

کیسے آباد ہو گا؟ان کا یہ سوال اظہار حیرت کی نوعیت کا تھا کہ اس طرح اجڑی ہوئی بستی میں دوبارہ کیسے احیا ہو سکتا ہے؟دوبارہ کیسے اس میں لوگ آکر آباد ہو سکتے ہیں؟ اس تباہی میں سے تعمیر کس طرح نمودار ہو گی؟

فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی۔وہ سو برس اسی حالت میں رہے۔پھر اللہ نے انہیں دوبارہ زندگی بخشی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام پر موت نازل فرمائی،تو وہ اسی حالت میں رہے اس دوران وہاں بیت المقدس پھر آباد ہو گیا،شہر کھچا کھچ بھر گیا، وہی اگلی سی رونق اور چہل پہل ہو گئی،اب سو سال کامل کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے صرف زبانی طور پر یہ نہ کہا کہ انہیں اس طرح زندہ کیا جائے گا۔بلکہ حضرت عزیر علیہ السلام کو واقعات کی دنیا میں بطور تجربہ دکھایا گیا۔ان پر حیات بعد الموت کا تجربہ کیا گیا۔اس لئے کہ تاثر اور شعور بعض اوقات اس قدر گہرے اور مشکل ہوتے ہیں کہ عقلی دلائل سے انہیں بیان نہیں کیا جاسکتا،نہ منطق اور وجدان سے وہ تاثر پیدا کیا جاسکتا ہے۔بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ عام اور پیش افتادہ واقعات سے بھی ایسا تاثر اخذ نہیں کیا جاسکتا۔یہ شعور اور تاثر صرف براہ راست ذاتی تجربے ہی سے پیدا کیا جاسکتا ہے۔ایسے تجربے کے بعد یہ شعور انسان کے احساسات پر چھا جاتا ہے۔دل اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور پھر کسی مزید یقین دہانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ۔۔۔ اللہ نے اس سے پوچھا، بتاؤ کتنی مدت اس حالت میں رہے ہو؟انہوں نے جواب دیا کہ شاید ایک دن یا چند گھنٹے اس حالت میں رہا ہوں۔

انہیں کیا پتہ تھا کہ وہ کتنی مدت اس حالت میں رہے۔زمانے کا احساس اور شعور تب ہوتا ہے جب انسان زندہ ہو اور اس کی سمجھ کام کر رہی ہو۔یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ انسانی حس دراصل ادراک حقیقت کے لئے صحیح معیار بھی نہیں ہے۔اس لئے کہ حس اور ادراک حقیقت میں کبھی دھوکہ دیتی ہے اور کبھی دھوکہ کھا جاتی ہے۔مثلاً حس نے یہاں ایک طویل زمانے کے ادراک میں دھوکہ کھایا اور اسے ایک دن یا اس سے بھی مختصر زمانہ سمجھا۔اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ انسانی حس ایک مختصر زمانے کو ایک طویل عرصہ تصور کرتی ہے۔

قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ... اللہ نے فرمایا: بلکہ تو نے اس حالت میں سو سال گزار دیئے ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ معجزہ کس طرح وقوع پذیر ہوا؟

یہ اسی طرح ہوا جس طرح تمام معجزات وقوع پذیر ہوا کرتے ہیں۔جس طرح کرہ ارض پر پہلی زندگی کو وجود میں لانے کا معجزہ رونما ہوا۔ہم یقینی طور پر نہیں جانتے کہ آغاز حیات کیونکر ہوا؟

ڈارون علمائے حیاتیات میں ایک اونچے درجے کا سائنسدان تھا۔ وہ اپنے نظریات کو لے کر درجہ بدرجہ نیچے آتا رہا۔ زندگی کی گہرائیوں میں دور تک سرگرداں رہا اور آخر کار وہ اسے یہاں تک پہنچا سکا کہ اس کا آغاز ایک زندہ خلیے سے ہوتا ہے۔ یہاں آکر وہ رک جاتا ہے کیوں کہ اس سے آگے کا راستہ بند ہے۔ اس زندہ خلیے میں زندگی کہاں سے داخل ہوئی؟ اس راز کو آج تک کوئی سائنسدان نہیں پاسکا۔

ابراہیمؑ کا اطمینان قلب کیلئے سوال:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ (البقرہ۔260)

اور (وہ واقعہ بھی یاد کریں) جب ابراہیمؑ نے عرض کیا: میرے رب! مجھے دکھادے کہ تُو مُردوں کو کس طرح زندہ فرماتا ہے؟ ارشاد ہوا: کیا تم یقین نہیں رکھتے؟ اس نے عرض کیا: کیوں نہیں (یقین رکھتا ہوں) لیکن (چاہتا ہوں کہ) میرے دل کو بھی خوب سکون نصیب ہو جائے، ارشاد فرمایا: سو تم چار پرندے پکڑ لو پھر انہیں اپنی طرف مانوس کر لو پھر ان کا ایک ایک جز ایک ایک پہاڑ پر رکھ دے پھر ان کو پکار، وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے، اور جان لو کہ یقیناً اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ (البقرہ۔260)

Complete certainty and satisfaction in Faith

And ⌜remember⌝ when Abraham said, "My Lord! Show me how you give life to the dead." Allah responded, "Do you not believe?" Abraham replied, "Yes I do, but just so my heart can be reassured." Allah said, "Then bring four birds, train them to come to you, then place them on different hilltops. Then call them back, they will fly to you in haste. And ⌜so you will⌝ know that Allah is Almighty, All-Wise. (2:260)

اس رکوع میں جو تین واقعات بیان کئے گئے یہ ان میں سے تیسرا واقعہ ہے جس کا موضوع اور مقصد بھی حیات بعد الموت ہے۔ اس سے پہلی آیت میں حضرت عزیر (علیہ السلام) کو حیات بعد الموت کے مشاہدہ کرانے اور ان کے تعجب کو زائل کرنے کا ذکر تھا اور اس آیت میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو حیات بعد الموت کے مشاہدہ کرانے کا ذکر ہے۔

عالم آخرت کی زندگی پر سب سے بڑا اشکال یہی ہوتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد مٹی ہو جاتا ہے پھر یہ مٹی کہیں ہوا کے ساتھ اڑ جاتی ہے کہیں پانی کے ساتھ بہہ جاتی ہے کہیں درختوں اور کھیتوں کی شکل میں بر آمد ہوتی ہے، پھر کہیں ذرہ ذرہ دنیا کے اطراف بعیدہ میں پھیل جاتا ہے ان منتشر ذروں اور اجزاء انسانی کو جمع کر دینا اور پھر ان میں روح ڈال دینا سطحی نظر والے انسان کی اس لئے سمجھ میں نہیں آتا۔ حالانکہ اگر وہ ذرا اپنے ہی وجود میں غور کرلے تو اسے نظر آئے گا کہ ایک انسان کا وجود ساری دنیا میں بکھرے ہوئے اجزاء وذرات کا مجموعہ ہے۔ انسان کی آفرینش جن ماں اور باپ کے ذریعے ہوتی ہے اور جن غذاؤں سے ان کا خون اور جسم بنتا ہے وہ خود دنیا کے مختلف گوشوں سے سمٹے ہوئے ذرات ہوتے ہیں۔ پھر پیدائش کے بعد انسان جس غذا کے ذریعے نشوونما پاتا ہے جس سے اس کا خون اور گوشت پوست بنتا ہے اس میں غور کرے تو اس کی غذاؤں میں ایک ایک چیز ایسی ہے جو تمام دنیا کے مختلف ذرات سے بنی ہوئی ہے دودھ پیتا ہے تو وہ کسی گائے، بھینس یا بکری کے اجزاء ہیں اور ان جانوروں میں یہ اجزاء اس گھاس دانے سے پیدا ہوئے جو انہوں نے کھائے ہیں یہ گھاس دانے معلوم نہیں کس کس خطہ زمین میں سے آئے ہیں اور ساری دنیا میں پھرنے والی ہواؤں نے کہاں کہاں کے ذرات کو ان میں شامل کر دیا ہے اسی طرح دنیا کا دانہ دانہ اور پھل اور سبزیاں اور انسان کی تمام غذائیں اور دوائیں جو اس کے بدن کا جزو بنتی ہیں وہ کس کس گوشہ عالم سے کس کس طرح حق تعالیٰ کی قدرت نے ایک انسان کے بدن میں جمع فرمادیئے اگر انسان دنیا کو چھوڑ کر اپنے ہی تن بدن کی تحقیق (ریسرچ) کرنے بیٹھ جائے تو اس کو یہ نظر آئے گا کہ اس کا وجود خود ایسے بیشمار اجزاء سے مرکب ہے جو کوئی مشرق کا ہے کوئی مغرب کا کوئی جنوبی دنیا کا کوئی شمالی حصہ کا، جو قدرت کے نظام نے اس کے بدن میں جمع فرمادیئے ہیں اور مرنے کے بعد یہ اجزاء پھر اسی طرح منتشر ہو جائیں گے تو اب دوسری مرتبہ پھر ان کا جمع فرمادینا اس کی قدرت کاملہ کے لئے کیا دشوار ہے جس نے پہلی مرتبہ اس کے وجود میں ان منتشر ذرات کو جمع فرمادیا تھا۔ (وماذالک علی اللہ بعزیز)

پرندوں کا واقعہ حضرت ابراہیمؑ کا مشاہدہ خاص تھا جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہ ان مشاہدات میں سے ہے جو ذاتی طور پر حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس لیے کرائے گئے کہ ان کو اطمینانِ قلب اور شرح صدر کی دولت حاصل ہو۔ اس قسم کے مشاہدات حضرات انبیاء علیہم السلام کو اس لیے کرائے جاتے ہیں کہ ان کی تربیت ہو اور وہ اس بار عظیم کے اٹھانے کے لیے پوری اہل ہو جائیں جو قدرت کی طرف سے ان پر ڈالا جاتا ہے۔ یہ تمام انبیاء کرام علیہ السلام کا معاملہ ہے کہ انہیں عین الیقین اور حق الیقین کے درجے کا ایمان عطا کیا جاتا ہے۔ ان کے ایمان ویقین کے لیے ان کو ایسے مشاہدات کروادیے جاتے ہیں کہ ایمان ان کے لیے صرف ایمان بالغیب نہیں رہتا بلکہ وہ ایمان بالشہادۃ بھی ہو جاتا ہے۔ سورۃ الانعام میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کے نظام حکومت کا مشاہدہ کرایا تا کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو معراج کے موقع پر آسمانوں پر لے جایا گیا تا کہ وہ ہر شے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ ان مشاہدات سے انبیاء کو ان ایمانی حقائق پر یقین کامل ہو جاتا ہے جن کی وہ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی درخواست شرح صدر کے لیے تھی۔ان کا یہ جواب دینا کہ ہاں ایمان تو ہے لیکن دلی اطمینان چاہتا ہوں۔یہ آیت تمام آیتوں سے زیادہ امید دلانے والی معلوم ہوتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ ایک ایماندار کے دل میں اگر کوئی خطرہ یا وسوسہ شیطانی پیدا ہو تو اس پر پکڑ نہیں ہاں جب تک اس پر عمل پیرا نہ ہو۔(حدیث:إن الله تجاوز عن أمتي ما حدثت به أنفسها ما لم تعمل أو تتكلم)۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی ملاقات ہوتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ قرآن میں سب سے زیادہ امید پیدا کرنے والی آیت کون سی ہے؟عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں آیت: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔(الزمر:53) جس میں ارشاد ہے کہ اے میرے گنہگار بندو میری رحمت سے ناامید نہ ہونا میں سب گناہوں کو بخش سکتا ہوں،ابن عباس نے فرمایا: میرے نزدیک تو اس امت کیلئے سب سے زیادہ پر امید آیت حضرت ابراہیم کا یہ قول،پھر رب دو عالم کا سوال اور آپ کا جواب ہے(یعنی البقرہ کی آیت260)۔

آیت کے آخر میں اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں،زبردست ہونے میں قدرت کاملہ کا بیان فرمایا اور حکمت والا کہہ کر اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ بمقتضائے حکمت ہر ایک کو حیات بعد الموت کا مشاہدہ نہیں کرایا جاتا ورنہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی دشوار نہیں کہ ہر انسان کو مشاہدہ کرادیں مگر پھر ایمان بالغیب کی جو فضیلت ہے وہ قائم نہیں رہ سکتی۔

چوتھا رکوع: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔۔۔ (البقرہ۔261)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس پورے رکوع کا موضوع انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور اس کے آداب ہیں۔

یہ سورۃ بقرہ کا چھتیسواں رکوع ہے جو آیت نمبر261 سے شروع ہوتا ہے۔یہاں سے لے کر تقریباً اس سورت کے اختتام تک اب بیان کا رخ ان معاشی اصولوں کی طرف ہے جو اسلام کے اقتصادی نظام کا حصہ ہیں۔یہ اجتماعی نظام دراصل باہم تعاون اور تکافل پر مبنی ہے اور جس کی تشکیل عشر وزکوٰۃ اور خیرات وصدقات پر مبنی ہے۔اور یہ معاشی نظام اس سودی نظام سے بالکل مختلف ہے جو دور جاہلیت میں رائج تھا۔یہی وجہ ہے کہ یہاں صدقہ کی فضیلت اور آداب کا بیان کیا جاتا ہے اور ربا کی مذمت کی جاتی ہے۔قرضہ حسنہ اور تجارت یا بزنس کے اساسی اصول بیان کئے گئے ہیں اور مجموعی طور پر یہ سب چیزیں اسلام کے اقتصادی نظام کا حصہ ہیں اور اسلام کی اجتماعی زندگی ان پر قائم ہے۔

سورہ بقرۃ کے اگلے چار رکوع یعنی آیت نمبر 261 سے 283 تک کل 23 آیات ہیں جن میں مالیات سے متعلق خاص ہدایات اور ایسے ارشادات ہیں کہ اگر دنیا آج ان پر پوری طرح عمل پیرا ہو جائے تو بہت سارے معاشی مسائل خود بخود حل ہو جائیں۔ان آیات میں اسلام کے معاشی نظام کے ایک اہم پہلو کا بیان ہے جس کے دو حصے ہیں۔

1۔اپنی ضرورت سے زائد مال کو اللہ کی رضا کے لئے حاجت مند مفلس لوگوں پر خرچ کرنا جس کو صدقہ و خیرات کہا جاتا ہے۔

2۔دوسرے سود کے لین دین کو حرام قرار دے کر اس سے بچنے کی ہدایات ہیں۔

ان چار رکوع میں سے پہلے دو رکوع صدقہ و خیرات کے فضائل اور اس کی ترغیب اور اس کے متعلقہ احکام وہدایات بیان کئے گئے۔ اس کے بعد ایسی شرائط کا بیان ہے جن کے ذریعے صدقہ خیرات اللہ کے نزدیک قابل قبول اور موجب ثواب بن جائے۔پھر ایسی چیزوں کا بیان ہے جو انسان کے صدقہ و خیرات کو فاسد اور برباد کر کے نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بنا دیتی ہیں۔اس سے اگلے دو رکوع سودی کاروبار کی حرمت وممانعت اور قرض کے جائز طریقوں کے بیان میں ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر ان ساری آیات پر نظر ڈالی جائے تو صدقہ وخیرات کا اللہ کے نزدیک مقبول ہونے کی چھ شرائط کا ذکر ملتا ہے:

1۔اول اس مال کا حلال ہونا جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔

2۔دوسرے سنت طریقے کے مطابق خرچ کرنا۔

3۔تیسرے صحیح مصرف میں خرچ کرنا۔

4۔چوتھے خیرات دے کر احسان نہ جتلانا۔

5۔پانچویں ایسا کوئی معاملہ نہ کرنا جس سے ان لوگوں کی تحقیر ہو جن کو یہ مال دیا گیا ہے۔

6۔چھٹے جو کچھ خرچ کیا جائے اخلاص نیت کے ساتھ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہو نام و نمود کے لئے نہ ہو۔

اس رکوع میں صدقہ وخیرات کو ضائع کرنے والے اعمال کا بھی ذکر ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کا اجر: سوگنا یا اس سے بھی زیادہ

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ (البقرہ۔261)

ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (اس سے بھی) اضافہ فرما دیتا ہے۔ کہ وہ صاحبِ وسعت بھی ہے اور علیم و دانا بھی۔ البقرہ۔261

Reward of Charity

The example of those who spend their wealth in the cause of Allah is that of a grain that sprouts into seven ears, each bearing one hundred grains. And Allah multiplies ˹the reward even more˺ to whoever He wills. For Allah is All-Bountiful, All-Knowing. (2:261)

یہ انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت ہے۔ اس سے مراد تمام مصارف خیر ہیں گویا نفقات و صدقات کا اجر و ثواب دیگر امور خیر سے زیادہ ہے۔ جس قدر اخلاص عمل میں ہو اسی قدر ثواب میں زیادتی ہوتی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر صبح دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور ایک دعا کرتا ہے کہ اے اللہ سخی کو اسکا بدلہ عنایت فرما اور دوسرا یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ بخیل کے مال کو ہلاک فرما۔ بخاری و مسلم

قبولیت صدقات کی شرائط

صدقہ و خیرات کے آداب

دانہ گندم کی مثال کیوں دی گئی؟

قرآن حکیم نے انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت و اہمیت کو لفظوں میں بیان کرنے کے بیج یا دانہ کی مثال کی صورت میں بیان فرمایا۔

قرآن کریم کے انداز گفتگو کی یہ ایک اہم خصوصیت ہے کہ وہ انسان اور اس زمین کے قدرتی سر سبز ماحول کے درمیان فاصلے کم کر دیتا ہے اور انسان کو فطرت کے قریب لے آتا ہے۔ جیسے اس مثال میں پودے یا کھیتی کی مثال دی گئی۔ اس سے اگلی آیات میں بھی بارش، پانی کی نہریں، پھلوں کے باغات کی مثالیں دی گئیں۔

دانہ یا بیج کی مثال میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح کاشتکار ایک دانہ گندم سے سات سو دانے اسی وقت حاصل کر سکتا ہے جب وہ تین شرائط پوری کرے:

1۔ کہ یہ دانہ عمدہ ہو خراب نہ ہو۔

2۔ دانہ ڈالنے والا کاشتکار بھی کاشتکاری سے پورا واقف ہو۔

3۔اور جس زمین میں ڈالے وہ بھی عمدہ زمین ہو۔

کیونکہ اگر ان میں سے ایک چیز بھی کم ہوگئی تو یا یہ دانہ ضائع ہو جائے گا، ایک دانہ بھی نہ نکلے گا یا پھر ایسا بارآور نہ ہوگا کہ ایک دانہ سے سات سو دانے بن جائیں۔

اسی طرح اعمال صالحہ اور خصوصاً انفاق فی سبیل اللہ کی مقبولیت اور زیادتی اجر کے لئے بھی یہی تین شرطیں ہیں کہ:

1۔پہلی شرط کہ جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ پاک اور حلال ہو کیونکہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک اور حلال مال کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں فرماتے۔

2۔دوسرے خرچ کرنے والے کی نیت درست ہو اور صالح ہو۔بدنیتی یا نام ونمود کے لئے خرچ کرنے والا، اس ناواقف کاشتکار کی طرح ہے جو دانہ کو کسی ایسی جگہ ڈال دے کہ وہ ضائع ہو جائے۔

3۔تیسرے جس پر خرچ کرے وہ بھی صدقہ وخیرات کا مستحق ہو۔کسی نااہل پر خرچ کرکے ضائع نہ کرے۔

اس طرح اس مثال سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت بڑی فضیلت بھی معلوم ہوگئی اور ساتھ ہی اس کی تین شرطیں بھی کہ مال حلال سے خرچ کرے اور خرچ کرنے کا طریقہ بھی سنت کے مطابق ہو اور مستحقین کو تلاش کرکے ان پر خرچ کرے محض جیب سے نکال ڈالنے سے یہ فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔

انفاق میں ریاکاری

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (البقرہ۔262)

جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں اور نہ ایذاء دیتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہونگے۔ (البقرہ۔262)

Those who spend their wealth in the cause of Allah and do not follow their charity with reminders of their generosity or hurtful words—they will get their reward from their Lord, and there will be no fear for them, nor will they grieve. (2:262)

قبولیت صدقہ کی مزید شرائط

اس آیت میں صدقہ کے قبول ہونے کی دو مزید شرطیں بیان فرمائی گئی ہیں ایک یہ کہ دے کر احسان نہ جتائیں دوسرے یہ کہ جس کو دیں اس کو عملاً ذلیل و خوار نہ سمجھیں اور کوئی ایسا برتاؤنہ کریں جس سے وہ اپنی حقارت و ذلت محسوس کرے یا اس کو ایذاء یا تکلیف پہنچے۔

انفاق میں اخلاص ضروری ہے ورنہ ریاکاری اور احسان جتلانے سے عمل بے کار ہو جائے گا۔

انفاق فی سبیل اللہ کی مذکورہ فضیلت صرف اس شخص کو حاصل ہوگی جو مال خرچ کر کے احسان نہیں جتلاتا ، نہ زبان سے ایسا کلمہ کہتا ہے جس سے کسی غریب، محتاج کی عزت نفس مجروح ہو کیونکہ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے کلام نہیں فرمائے گا، ان میں سے ایک المنّان یعنی احسان جتلانے والا ہے۔(مسلم)

سائل کے ساتھ نرمی اور مروّت سے پیش آنا

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ۔ (البقرہ۔263)

نرم بات کہنا اور معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذاء رسانی ہو۔(البقرہ۔263)

Behaviour while Giving Charity

Kind words and forgiveness are better than charity followed by hurt or insult. And Allah is Self-Sufficient, Most Forbearing. (2:263)

سائل سے نرمی اور شفقت سے بولنا یا دعائیہ کلمات سے اس کو جواب دینا قول معروف ہے اور مغفِرَت کا مطلب سائل کے فقر اور اس کی حاجت کا لوگوں کے سامنے عدم اظہار اور اس کی پردہ پوشی ہے اور اگر سائل کے منہ سے کوئی نازیبا بات نکل جائے تو یہ چشم پوشی بھی اس میں شامل ہے یعنی سائل سے نرم اور شفقت اور چشم پوشی، پردہ پوشی، اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد اس کو لوگوں میں ذلیل اور رسوا کر کے اسے تکلیف پہنچائی جائے۔ اس لئے حدیث میں کہا گیا ہے۔ الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ۔ پاکیزہ کلمہ بھی صدقہ ہے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم کسی بھی معروف (نیکی) کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔ لا تحقرن من المعروف شیئا ولو ان تلقی اخاک بوجہ طلق۔ (مسلم کتاب البر)

سائل اگر پیشہ ور بھکاری ہے اور خیرات کا حقدار اور مستحق نہیں بھی ہے پھر بھی اس کے ساتھ بد تمیزی اور بد اخلاقی کی ہمارا دین اجازت نہیں دیتا۔ حکمت کے ساتھ اسے ٹالا جاسکتا ہے۔ ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی اور اصلاح میں حکمت کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

اپنی خیرات کو ضائع مت کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (البقرہ۔264)

اے ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذاء پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر، اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زور دار مینہ برسے اور وہ اس کو بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے، ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔(البقرہ۔264)

Don’t invalidate your charity

O You who have believed! Do not waste or invalidate your charity with reminders ˹of your generosity˺ or hurtful words, like those who donate their wealth just to show off and do not believe in Allah or the Last Day. Their example is that of a hard barren rock covered with a thin layer of soil hit by a downpour - leaving it just a bare stone. Such people are unable to preserve the reward of their charity. Allah does not guide ˹such˺ ungrateful people. (2:264)

اس میں ایک تو یہ کہا گیا ہے صدقہ اور خیرات کر کے احسان جتلانا اور تکلیف دہ باتیں کرنا اہل ایمان کا شیوا نہیں بلکہ ان لوگوں کا وطیرہ ہے جن میں نفاق ہے اور جو ریاکاری کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

دوسرے ایسے خرچ کی مثال صاف پتھر چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی ہو کوئی شخص پیداوار حاصل کرنے کے لئے اس میں بیج بو دے لیکن بارش کا ایک جھٹکا پڑتے ہی وہ ساری مٹی اس سے اتر جائے اور وہ پتھر مٹی سے بالکل صاف ہو جائے۔

اس تمثیل میں بارش سے مراد خیرات ہے۔ چٹان سے مراد اس جذبے اور نیت کی خرابی ہے، جس کے ساتھ خیرات کی گئی ہے۔ مٹی کی ہلکی تہہ سے مراد نیکی کی وہ ظاہری شکل ہے، جس کے نیچے نیت کی خرابی چھپی ہوئی ہے۔ اس توضیح کے بعد مثال اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔ بارش کا فطری نتیجہ تو یہی ہے کہ اس سے روئیدگی ہو اور کھیتی نشونما پائے۔ لیکن جب روئیدگی قبول کرنے والی زمین محض برائے نام اوپر ہی اوپر ہو، اور اس اوپری تہہ کے نیچے نری پتھر کی ایک چٹان رکھی ہوئی ہو، تو بارش مفید ہونے کے بجائے الٹی مضر ہو گی۔ اسی طرح خیرات بھی اگرچہ بھلائیوں کو نشونما دینے کی قوت رکھتی ہے، مگر اس کے نافع ہونے کے لیے نیک نیتی شرط ہے۔ نیت نیک نہ ہو تو ابر کرم کا فیضان بجز اس کے کہ

محض ضیاع مال ہے اور کچھ نہیں۔یعنی جس طرح بارش اس پتھر کے لئے نفع بخش ثابت نہیں ہوئی اسی طرح ریاکار کو اس کے صدقے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

سدابہار نیک اعمال

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ (البقرہ۔265)

ان لوگوں کی مثال ہے جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو اونچی زمین پر ہو اور زوردار بارش اس پر برسے اور وہ اپنا پھل دوگنا لائے اور اگر زور کی بارش نہ بھی برسی تو ہلکی پھوار یا شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔(البقرہ۔265)

Charity with endless reward

And the example of those who donate their wealth, seeking Allah's pleasure and believing the reward is certain, is that of a garden on a fertile hill: when heavy rain falls, it yields up twice its normal produce. If no heavy rain falls, a drizzle is sufficient. And Allah is All-Seeing of what you do. (2:265)

اس آیت میں اخلاص نیت اور باقی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی بڑی فضیلت اس مثال سے واضح کر دی گئی کہ نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا بھی خرچ کیا جائے تو وہ کافی اور موجب ثواب ہے۔یہ ان اہل ایمان کی مثال ہے جو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کا خرچ کیا ہوا مال اس باغ کی مانند ہے جو پر فضا اور بلند چوٹی پر ہو کہ اگر زوردار بارش ہو تو اپنا پھل دوگنا دے ورنہ ہلکی سی پھوار اور شبنم بھی اسکو کافی ہو جاتی ہے اس طرح ان کے صدقہ وخیرات چاہے کم ہو یا زیادہ عند اللہ کئی کئی گنا اجر و ثواب کے باعث ہونگے۔

اس پوری آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ صدقہ وخیرات کے اللہ کے نزدیک مقبول ہونے کی ایک بڑی شرط اخلاص ہے کہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے خرچ کیا جائے کسی نام ونمود کا اس میں دخل نہ ہو۔

جَنّۃٌ اس زمین کو کہتے ہیں جس میں اتنی کثرت سے درخت ہوں جو زمین کو ڈھانک لیں۔یہ جن سے ماخوذ ہے جن اس مخلوق کا نام ہے جو نظر نہیں آتی۔پیٹ کے بچے کو جنین کہا جاتا ہے کہ وہ بھی نظر نہیں آتا۔دیوانگی کو جنون سے تعبیر کرتے ہیں کہ اس میں بھی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور جنت کو اس لئے جنت کہتے ہیں کہ وہ نظروں سے اوجھل ہے۔

ریاکاری، ناشکری اور بڑھاپا

البقرہ آیت:266

اس آیت میں ریاکاری کے نقصانات کو واضح کرنے اور اس سے بچنے کے لیے ایک باغ والے شخص کی مثال دی جارہی ہے۔

جس طرح ایک شخص کا باغ ہو جس میں ہر طرح کے پھل ہوں (یعنی بھرپور آمدنی کی امید ہو) وہ شخص بوڑھا ہو جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں ضعیفی کی وجہ سے محنت اور مشقت سے عاجز ہو چکا ہو اور اولاد بھی اسکے بڑھاپے کا بوجھ اٹھانے کی بجائے خود اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل بھی نہ ہو اس حالت میں تیز اور تند ہوائیں چلیں اور سارا باغ جل جائے اب نہ وہ خود دوبارہ اس باغ کو آباد کرنے کے قابل رہا اور نہ اس کی اولاد۔

اس بوڑھے شخص کی حالت کتنی حسرت ناک ہوگی، جس کی عمر بھر کی کمائی اور جس کی زندگی کا سہارا ایک باغ ہی تھا اور وہ باغ عین عالم پیری میں اس وقت جل گیا، جبکہ نہ وہ خود نئے سرے سے باغ لگا سکتا ہے اور نہ اس کی اولاد ہی اس قابل ہے کہ اس کی مدد کرسکے۔

یہی حال ان ریاکار خرچ کرنے والوں کا قیامت کے دن ہوگا کہ ریاکاری کی وجہ سے ان کے سارے اعمال اکارت چلے جائیں گے۔ جب کہ وہاں نیکیوں کی شدید ضرورت ہوگی اور دوبارہ اعمال خیر کرنے کی مہلت و فرصت نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا بھی یہی حال ہو؟

حضرت عبد بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت البقرہ:266 کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق وہ مالدار شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کرتا ہے پھر شیطان اسے بہکاتا ہے اور وہ گناہوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنے نیک اعمال کو کھو دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر)۔

پس یہ روایت اس آیت کی پوری تفسیر ہے اس میں بیان ہو رہا ہے کہ ایک شخص نے ابتداء اچھے عمل کئے پھر اس کے بعد اس کی حالت بدل گئی اور برائیوں میں پھنس گیا اور پہلے کی نیکیوں کا ذخیرہ برباد کر دیا، اور آخری وقت جبکہ نیکیوں کی بہت زیادہ ضرورت تھی یہ خالی ہاتھ رہ گیا۔

دعا: رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی: اللھم اجعل اوسع رزقک علی عند کبر سنی و انقضاء عمری۔ اے اللہ اپنی روزی کو سب سے زیادہ مجھے اس وقت عنایت فرما جب میری عمر بڑی ہو جائے اور ختم ہونے کو آئے (تاکہ میں پیرانہ سالی میں کسی پر بوجھ اور دوسروں کا محتاج نہ بنوں)۔ (مستدرک حاکم)

پانچواں رکوع: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ۔۔۔ (البقرہ۔267)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس رکوع کا موضوع بھی انفاق فی سبیل اللہ اور اس کے آداب ہیں۔ اچھی اور پاکیزہ چیزیں خرچ کرو، شیطان کا ڈراوا: تنگدستی اور فقر، حکمت ودانائی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، نذر یامنت کا ذکر، اعلانیہ و پوشیدہ صدقات وخیرات، صدقہ وخیرات کے ثمرات، سفید پوش فقراء کا بھی خیال رکھو۔

پچھلے رکوع میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کا بیان تھا اب اسی سے متعلق مزید ہدایات اس رکوع کی سات آیات میں دی گئی ہیں۔ زکوٰۃ کے علاوہ زرعی پیداوار پر عشر لاگو ہوتا ہے جسے زکوٰۃ الارض بھی کہا جاتا ہے۔

اچھی اور معیاری چیزیں خیرات میں دو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۗ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ۔ (البقرہ۔267)

اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے اچھی اور صاف ستھری چیزیں خرچ کرو اور اس چیز میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لیے بری سے بری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو، حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تمہیں دے، تو تم ہرگز اُسے لینا گوارا نہ کروگے اِلّا یہ کہ اس کو قبول کرنے میں تم چشم پوشی کر جاؤ۔ تمہیں جان لینا چاہیے کہ اللہ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے۔ (البقرہ۔267)

Donate Good Portion

O You who have believed! Donate from the best of what you have earned and of what We have produced for you from the earth. Do not pick out worthless things for donation, which you yourselves would only accept with closed eyes. And know that Allah is Self-Sufficient, Praiseworthy. (2:267)

صدقے کی قبولیت کے لئے جس طرح ضروری ہے کہ ریاکاری سے پاک ہو جیسا کہ گذشتہ رکوع میں بتایا گیا ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ آمدن سے ہو چاہے محنت مزدوری کی کمائی سے ہو، چاہے وہ کاروبار یا بزنس کے ذریعے سے ہو یا فصل اور باغات کی پیداوار سے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی خیرات کرے اسے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی داہنے ہاتھ لیتا ہے پھر اس مال کو بڑھاتا ہے اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے اور پاک چیز کے سوا وہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا۔ (بخاری)

پھر فرمایا: وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ ۔۔۔ کہ ناکارہ چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ اس سے ایک تو وہ چیزیں مراد ہیں جو غلط کمائی سے ہوں اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتا۔ حدیث میں ہے: ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا ۔۔۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے پاک و حلال چیز ہی قبول فرماتا ہے۔

دوسرے خبیث کے معنی بے کار چیز کے ہیں۔ ردی اور بے کار چیزیں بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کی جائیں جیسا کہ آیت: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (آل عمران:92) کا بھی یہی مفہوم ہے۔

شان نزول: اس آیت کے شان نزول کی روایت میں بتلایا گیا ہے کہ مدینہ کے بعض لوگ خراب اور ردی کھجوریں بطور صدقہ مسجد میں دے جاتے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (فتح القدیر۔ بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ)

شیطان کا ڈراوا: تنگدستی اور فقر

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ (البقرہ۔268)

شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے، مگر اللہ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کی امید دلاتا ہے اللہ بڑا فراخ دست اور دانا ہے۔ (البقرہ۔268)

The Devil threatens you with ˹the prospect of˺ poverty and bids you to the shameful deed ˹of stinginess˺, while Allah promises you forgiveness and ˹great˺ bounties from Him. And Allah is All-Bountiful, All-Knowing. (2:268)

شیطانی رویّہ

یعنی بھلے کام میں مال خرچ کرنا ہو تو شیطان ڈراتا ہے کہ مفلس اور قلاش ہو جاؤ گے لیکن برے کام پر خرچ کرنا ہو تو ایسے اندیشوں کو نزدیک نہیں پھٹکنے دیتا بلکہ ان برے کاموں کو اس طرح سجا اور سنوار کر پیش کرتا ہے جس پر انسان بڑی سے بڑی رقم بلا تردد خرچ کر ڈالتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ کار خیر کے لئے تو صاحب مال بار بار اپنے حساب کی جانچ پڑتال کرتا ہے مانگنے والے کو بسا اوقات کئی کئی بار دوڑاتا اور پلٹاتا ہے لیکن یہی شخص جب عیاشی، شراب نوشی، بدکاری اور جواءبازی وغیرہ کے جال میں پھنستا ہے تو اپنا مال بے تحاشہ خرچ کرتا ہے اور اسے کسی قسم کی ہچکچاہٹ اور تردد کا ظہور نہیں ہوتا۔ اس طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بندہ اپنے رب سے دور اور شیطان کے قریب ہے۔ حالانکہ اللہ کا وعدہ مغفرت اور

فضل وکرم ہے۔ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ مگر اللہ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کی امید دلاتا ہے اور اللہ بہت وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔

حکمت ودانائی: اللہ کی بہت بڑی نعمت

يُؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (البقرہ۔269)

اللہ جس کو چاہتا ہے سمجھ دے دیتا ہے اور جسے سمجھ دی گئی تو اسے بڑی خوبی ملی اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔(البقرہ۔269)

Blessings of Wisdom and Reasoning

Allah grants wisdom to whoever He wills. And whoever is granted wisdom is certainly blessed with a great privilege. But none will be mindful ˹of this˺ except people of reason. (2:269)

حکمۃ سے کیا مراد ہے؟

حکمۃ سے بعض کے نزدیک عقل وفہم، علم اور بعض کے نزدیک اصابت رائے، قوت فیصلہ اور بعض کے نزدیک صرف سنت یا کتاب وسنّت کا علم وفہم ہے۔ بعض کے نزدیک حکمت سے مراد صحیح بصیرت اور صحیح قوت فیصلہ ہے۔ اس سے Common Sense بھی مراد ہو سکتا ہے۔ یہ سارے ہی مفہوم اس کے مصداق میں شامل ہو سکتے ہیں۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: دو شخصوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا اور وہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا ہے دوسرا وہ جسے اللہ نے حکمت دی جس سے وہ فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔(صحیح بخاری، مسلم)

حدیث: رأس الحكمه مخافة الله یعنی اصل حکمت خدا تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔

نذر یا منت کے احکامات

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ (البقرہ۔270)

اور جو تم خیرات کے طور پر خرچ کروگے یا تم کوئی منت مانگوگے تو بے شک اللہ کو سب معلوم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (البقرہ۔270)

منت یا نذر سے کیا مراد ہے؟

نَذَر کا ایک مطلب یہ ہے کہ میرا فلاں کام ہو گیا، کامیابی مل گئی یا فلاں مشکل سے نجات مل گئی تو میں اللہ کی راہ میں اتنا صدقہ کرونگا۔ نذر اگر جائز کام یا نیک کام کی ہو تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی نافرمانی یا ناجائز کام کی نذر مانی ہے تو اس کو پورا نہیں کرنا چاہئے بلکہ قسم کا کفارہ دے کر اس نذر سے نجات حاصل کر لینی چاہئے۔

نذر پوری کرنے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جو کچھ آدمی پر شرعی طور پر لازم یا واجب کیا گیا ہو اسے وہ پورا کرے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ آدمی نے خود اپنے اوپر واجب کر لیا ہو، یا بالفاظ دیگر جس کام کے کرنے کا اس نے عہد کیا ہو، اسے وہ پورا کرے۔

نذر کا عام مفہوم یہی ہے کہ آدمی اپنی کسی مراد کے پورا ہونے پر کسی ایسے خرچ یا کسی ایسی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لے، جو اس کے ذمے فرض یا واجب نہ ہو۔ اگر یہ مراد کسی حلال و جائز امر کی ہو، اور اللہ سے مانگی گئی ہو، اور اس کے بر آنے پر جو عمل کرنے کا عہد آدمی نے کیا ہے، وہ اللہ ہی کے لیے ہو، تو ایسی نذر اللہ کی اطاعت میں ہے اور اس کا پورا کرنا اجر و ثواب کا موجب ہے۔ اگر یہ صورت نہ ہو، تو ایسی نذر کا ماننا معصیت اور اس کا پورا کرنا موجب عذاب ہے۔

نذر کی اقسام

فقہاء نے نذر کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔

1۔ ایک یہ کہ ایک آدمی اللہ سے یہ عہد کرے کہ وہ اس کی رضا کی خاطر فلاں نیک کام کرے گا۔

2۔ دوسرے یہ کہ وہ اس بات کی نذر مانے کہ اگر اللہ نے میری فلاں حاجت پوری کر دی تو میں شکرانے میں فلاں نیک کام کروں گا۔

پہلی دونوں قسم کی نذروں کو فقہاء کی اصطلاح میں نذر تبرر یعنی نیکی کی نذر کہتے ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ اسے پورا کرنا واجب یا ضروری ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا کہ: یوفون بالنذر۔۔ یعنی وہ اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں۔(76:7)

3۔ تیسرے یہ کہ آدمی کوئی ناجائز کام کرنے یا کوئی فرض یا واجب کام نہ کرنے کا عہد کر لے۔

4۔ چوتھے یہ کہ آدمی کوئی مباح کام کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لے، یا کوئی مستحب کام نہ کرنے کا عہد کر لے۔

آخری دونوں قسموں کی نذروں کو فقہاء کی اصطلاح میں نذر لجاج جہالت اور جھگڑالوپن اور ضد کی نذر کہتے ہیں۔ان میں سے تیسری قسم کی نذر کے متعلق اتفاق ہے کہ وہ منعقد ہی نہیں ہوتی۔اور چوتھی قسم کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے۔فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ نذر بھی سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتی۔فقہاء احناف کے نزدیک ان دونوں قسموں کی نذروں پر کفارہ لازم آتا ہے۔(عمدۃ القاری)

فضول اور ناجائز کام کی نذر نہیں ماننی چاہئے

جس کام میں بجائے خود کوئی نیکی نہیں ہے اور آدمی نے خواہ مخواہ کسی فضول کام، ناقابل برداشت مشقت یا محض تعذیب نفس کو نیکی سمجھ کر اپنے اوپر لازم کر لیا ہو اس کی نذر پوری نہیں کرنی چاہیے۔اس معاملہ میں نبی اکرمؐ کے ارشادات بالکل واضح ہیں۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص دھوپ میں کھڑا ہے۔آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے اور کیوں کھڑا ہے؟ آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ ابو اسرائیل ہیں، انہوں نے نذر مانی ہے کہ نفلی روزہ اس طرح رکھیں گے کہ اس روزے کے دوران وہ کھڑے رہیں گے بیٹھیں گے نہیں، سارا دن دھوپ میں رہیں گے، نہ اپنے اوپر سایہ کریں گے، نہ کسی سے بات کریں گے۔اس پر آپؐ نے فرمایا: مروہ فلیکلم ولیستظل ولیقعد، ولیتم صومہ۔ان سے کہو بات چیت شروع کر دیں، سایہ میں آئیں، بیٹھ جائیں، البتہ اپنا روزہ پورا کریں۔(بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ)

متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے ایسی نذر ماننے سے منع فرمایا ہے جو یہ سمجھتے ہوئے مانی جائے کہ اس سے تقدیر بدل جائے گی، یا جس میں کوئی نیک کام اللہ کی رضا کے لیے بطور شکر کرنے کے بجائے آدمی اللہ تعالیٰ کو بطور معاوضہ یہ پیشکش کرے کہ آپ میرا یہ کام کر دیں تو میں آپ کے لیے فلاں نیک کام کر دوں گا۔

حدیث: نذر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہ لا یأتی بخیر، وانما یستخرج بہ من البخیل۔
یہ (نذر) کوئی بھلائی نہیں لاتی تاہم اس سے بخیل کا کچھ مال (خیرات میں) نکل جاتا ہے۔(بخاری)

ہمارے ہاں ایک یہ بھی رجحان پایا جاتا ہے کہ لوگ جب بیمار ہوتے ہیں، یا کسی مصیبت میں ہوتے ہیں تو نذر مانتے ہیں تو اس وقت ان کا خیال ہوتا ہے کہ نذر ماننے سے یہ کام ہو جائے گا، حالانکہ کسی کے صحتیاب ہونے یا پریشانی ٹلنے میں نذر کو کوئی دخل نہیں۔ہر پریشانی، ہر بیماری اللہ کی طرف سے ہی ہوتی اور وہی اسے لے جانے والا ہے۔بہتر یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے اللہ تعالیٰ سے وہ ہمارے تمام مسائل دعا سے حل کر سکتا ہے۔وقتاً فوقتاً صدقہ دینا چاہیئے کہ الصدقۃ رد البلاء۔صدقہ وخیرات مصیبتوں اور آفات کو ٹالتا ہے۔

میت یا مرحوم کی نذر

میت کے ذمہ اگر کوئی نذر رہ گئی ہو تو اسے پورا کرنا وارثوں پر واجب ہے یا نہیں؟

فقہاء احناف کہتے ہیں کہ نذر اگر بدنی عبادت (نماز یا روزہ) کی ہو تو وارثوں پر اس کا پورا کرنا واجب نہیں ہے، اور اگر مالی عبادت کی ہو اور مرنے والے نے اپنے وارثوں کو اسے پورا کرنے کی وصیت نہ کی ہو تو اسے پورا کرنا واجب نہیں، البتہ اگر اس نے وصیت کی ہو تو اس کے ترکے میں سے ایک تہائی کی حد تک نذر پوری کرنی واجب ہو گی۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے ذمہ ایک نذر تھی جو انہوں نے پوری نہیں کی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا تم اس کی طرف سے پوری کر دو۔(ابو داؤد، مسلم)

نذر بھی نماز روزہ کی طرح عبادت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام کی نذر ماننا درست نہیں۔

اعلانیہ اور پوشیدہ صدقات و خیرات

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَیُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ (البقرہ۔271)

اگر اپنے صدقات علانیہ دو، تو یہ بھی اچھا ہے، لیکن اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو، تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے تمہاری بہت سی برائیاں اِس طرز عمل سے محو ہو جاتی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہوئے اللہ کو بہر حال اُس کی خبر ہے۔(البقرہ۔271)

Open and Secret Donations

To give charity publicly is good, but to give to the poor privately is better for you and will absolve you of your sins. And Allah is All-Aware of what you do. (2:271)

Donations for a public cause may be done openly to encourage others to donate, whereas it is recommended to give charity to the poor secretly.

خیرات و صدقات اعلانیہ دو یا پوشیدہ دونوں طریقے سے جائز ہے۔(بشر طیکہ نیت درست ہو)

اس سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں خفیہ طور پر صدقہ کرنا افضل ہے سوائے کسی ایسی صورت کے کہ اعلانیہ صدقہ دینے میں لوگوں کے لئے ترغیب کا پہلو ہو اور اس میں ریاکاری کا جذبہ شامل نہ ہو۔ تاہم اس قسم کی مخصوص صورتوں کے علاوہ دیگر مواقع پر خاموشی سے صدقہ و خیرات کرنا ہی بہتر ہے۔

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے بارے میں اتری۔ حضرت عمر اپنا آدھا مال حضور ﷺ کے پاس لائے اور حضرت صدیق اکبر جو کچھ تھالا کر رکھ دیا۔ آپؐ نے پوچھا اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ فاروق نے جواب دیا اتنا ہی۔ ابو بکر صدیق گو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے اور چپکے سے سارا مال حضور اکرم ﷺ کے حوالے کر چکے تھے، لیکن جب ان سے پوچھا گیا تو کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کافی ہے۔ حضرت عمر فاروق یہ سن کر رو دیئے اور فرمانے لگے: اللہ کی قسم! جس کسی نیکی کے کام کی طرف ہم لپکے ہیں اس میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے ہی پاتے ہیں۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ سات افراد کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا:

1۔ عادل بادشاہ

2۔ وہ نوجوان جو اپنی جوانی اللہ کی عبادت اور شریعت کی فرمانبرداری میں گزارے۔

3۔ وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کیلئے آپس میں محبت رکھیں، اسی پر جمع ہوں اور اسی پر جدا ہوں۔

4۔ وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے نکلنے کے وقت سے دوبارہ جانے کے وقت تک۔

5۔ وہ شخص جو خلوت میں اللہ کا ذکر کر کے رو دے۔

6۔ وہ شخص جسے کوئی منصب و جمال والی عورت بدکاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

7۔ وہ شخص جو اپنا صدقہ اس قدر چھپا کر دے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر تک نہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

صدقہ و خیرات کے ثمرات

لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ (البقرہ۔272)

لوگوں کو ہدایت دینے کی ذمہ داری تم پر نہیں بلکہ ہدایت اللہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور خیرات میں جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لیے فائدہ مند ہے آخر تم اسی لیے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو تو جو کچھ مال تم خیرات میں خرچ کرو گے، اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی ہرگز نہ ہو گی۔ (البقرہ۔272)

Charity for everyone

You are not responsible for people's guidance ˹O Prophet˺—it is Allah Who guides whoever He wills. Whatever you spend in charity, it is for your own good—as long as you do so seeking the pleasure of Allah. Whatever you donate will be paid back to you in full, and you will not be wronged. (2:272)

This Verse explains that charity can be given to anyone regardless of their faith or ethnicity.

مالی انفاق سب کیلئے کرو

شان نزول: تفسیری روایات میں اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابتدا میں مسلمان اپنے غیر مسلم رشتے داروں اور عام غیر مسلم حاجت مندوں کی مدد کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ وہ پہلے مسلمان ہو جائیں پھر ان کی مالی مدد کریں گے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ صرف مسلمان حاجت مندوں ہی کی مدد کرنا انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اس پر یہ آیت اتری جس میں اس غلط فہمی کو دور کیا گیا۔ ارشاد الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں ہدایت اتار دینے کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔ تم حق بات پہنچا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے۔ اب یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ ان کو بصیرت کا نور عطا کرے یا نہ کرے۔ ہدایت دینا یا کسی کو صراط مستقیم پر چلانا یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ رہا دنیوی مال و متاع سے ان کی حاجتیں پوری کرنا، تو اس میں تم محض اس وجہ سے تامل نہ کرو کہ انہوں نے ہدایت قبول نہیں کی ہے۔ اللہ کی رضا کے لیے جس حاجت مند انسان کی بھی مدد کرو گے، اس کا اجر اللہ تمہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا پورا اجر ملے گا جس سے یہ معلوم ہوا کہ جس کسی کے ساتھ بھی بھلائی کی جائے چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اس بھلائی کا اجر و ثواب اللہ پورا پورا عطا فرمائے گا۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہو کہ غیر مسلم رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا باعث اجر ہے۔

جب یہ آیت اتری تو آپ ﷺ نے فرمایا ہر سائل کو دو، خواہ وہ کسی مذہب کا ہو۔ (ابن ابی حاتم بحوالہ ابن کثیر)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات کسی غیر مسلم کو بھی دیا جاسکتا ہے۔

سفید پوش فقراء کا خصوصی خیال رکھو

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ (البقرہ۔273)

خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنی ذاتی کسب معاش کے لیے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کرسکتے۔ ان کی خودداری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوش حال ہیں۔ تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں اُن کی اعانت میں جو کچھ مال تم خرچ کروگے وہ اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گا۔(البقرہ۔273)

˹Charity is˺ for the needy who are too engaged in the cause of Allah to move about in the land ˹for work˺. Those unfamiliar with their situation will think they are not in need ˹of charity˺ because they do not beg. You can recognize them by their appearance. They do not beg people persistently. Whatever you give in charity is certainly well known to Allah. (2:273)

In the time of the Prophet there were volunteer workers known as *Ashab al-Suffah*. They remained at all times in the company of the Prophet and devoted themselves seeking Islamic knowledge and imparting it to others. Since they were full-time workers and had no private resources to meet their needs, Allah swt pointed out that helping such people was one of the best ways of 'spending in the way of Allah.

شانِ نزول: بعض مفسرین کے مطابق یہ آیت اصحاب صفّہ کے بارے میں نازل ہوئی جو مسجد نبویؐ میں ہی رہتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہ کر دین کا علم حاصل کرتے اور حسب ضرورت رضاکارانہ خدمات بھی سرانجام دیتے تھے۔ ہمہ وقت حضور کے ساتھ رہتے تھے۔ ہر خدمت کے لیے حاضر تھے۔ حضورؐ جس مہم پر چاہتے انہیں بھیج دیتے تھے، اور جب مدینے سے باہر کوئی کام نہ ہوتا، اس وقت یہ دوسرے بندگان خدا کو علم دین کی تعلیم دیتے رہتے تھے۔ یہ لوگ ہمہ وقت دین کی اشاعت اور خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ دین کے فل ٹائم ورکر یا کارکن تھے۔ یہ لوگ اپنی ضروریات پورا کرنے کے لیے اپنے ذاتی وسائل نہ رکھتے تھے، بالکل خالی ہاتھ تھے کیونکہ ہجرت کے نتیجے میں اپنا سب کچھ پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ ان کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ ان کے پاس اپنا گھر تک بھی نہیں تھا۔ خودداری کے نتیجے میں کسی سے اپنی ضرورت کا اظہار بھی نہیں کرتے تھے اور نہ کسی سے کوئی چیز مانگتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ خاص طور پر ان کی مدد کرنا انفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ ایسے لوگ تمہاری زکوٰۃ و صدقات کے بہترین مستحق ہیں۔

صحابہ کرام کا استغناء

صحابہ کرام دوسروں سے مالی مدد لینے میں اور مالی سوال کرنے میں کتنی احتیاط کرتے۔ حافظ طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ، محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ حارث (ایک شخص جو قریشی تھے اور شام میں رہتے تھے) ان کو خبر ملی کہ حضرت ابوذرؓ کے مالی حالات ٹھیک نہیں تو اس نے انہیں تین سو دینار بھجوائے۔ ابوذر نے جواب دیا: کیا عبداللہ کو مجھ سے زیادہ تنگ دست اور کوئی نظر نہیں آیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: جو شخص سوال کرے اور اس کے پاس چالیس درہم ہوں تو اس نے الحاف کیا (یعنی مانگنے میں حد سے تجاوز کیا)۔ ابوذر کے خاندان کے پاس چالیس درہم موجود ہیں ایک بکری اور دو خادم بھی ہیں۔

چھٹا رکوع: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً۔۔۔ (البقرہ۔274)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس رکوع میں اللہ کے راستے میں باقاعدگی اور اعتدال سے خرچ کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد سود کی حرمت، بزنس اور سود میں اصولی فرق، ایمان اور نیک اعمال کا اجر، قرض حسنہ کی فضیلت۔ آخر میں اللہ کے سامنے جوابدہی کا احساس دلایا گیا۔

اللہ کے راستے میں باقاعدگی سے خرچ کرو

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (البقرہ۔274)

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں شب و روز، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیے اپنے رب کے ہاں ثواب ہے، ان پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ البقرہ۔274

Spend in Charity regularly

Those who spend their wealth in charity day and night, secretly and openly—their reward is with their Lord, and there will be no fear for them, nor will they grieve. (2:274)

انفاق میں بھی اعتدال

اسلام نے اپنے تمام اصول وضع کرتے وقت میانہ روی اور اعتدال کو پیش نظر رکھا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ میں بھی حد سے تجاوز کو منع کیا گیا ہے۔ مالی انفاق کو ایک حد سے زیادہ منع کر دیا گیا بالخصوص اس وقت جب انسان کی اپنی حاجات اور ضروریات بھی ہوں۔ مالی ہدایات کے حوالے سے اسراف سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اس طرح انسان کی ضروریات زندگی کی مد میں اخراجات کو بھی دائرہ اعتدال میں محدود کیا گیا ہے۔ جائز ضروریات کے بعد جو بچ جاتا ہے اسی پر زکوٰۃ اور صدقات نافلہ کی تاکید ہے۔ ایک بندہ مومن کو یہ حکم بھی دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی دولت کو نفع بخش کاروبار میں لگائے اور اس میں انفاق کے ذریعے اضافہ کرتا رہے۔

سود کی حرمت

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔۔۔ (البقرہ:275)

اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام

Interest is prohibited

Allah has permitted trading and business but forbidden interest... (2:275)

The term riba in Arabic means 'to grow, to exceed, to increase'. Technically, it denotes the amount that a lender receives from a borrower at a fixed rate of interest.

There are two kinds of loans. The first category consists of loans incurred by people in genuine need, who are compelled to borrow for their personal consumption requirements. The second consists of the loans incurred by businessmen for investment in trade. Both personal and commercial loans based on interest are prohibited.

It is a fact that interest especially in the non-profitable loan situation cuts the roots of human love, brotherhood and fellow-feeling, and undermines the welfare and happiness of human society. The commercial loans also cause harm because of the infliction of a predetermined rate and also because the lender does not share loss in a totally selfish spirit.

سود کی تعریف:

كل قرض جر منفعة فهو ربا۔ قرض پر لیا گیا نفع سود ہے۔

یہ قرضہ ذاتی ضرورت کے لیے لیا گیا ہو چاہے کمرشل (بزنس یا کاروبار کے لئے) دونوں قسم کے قرضوں پر سود حرام ہے۔

البتہ نفع، نقصان کی بنیاد پر مالی اور تجارتی لین دین، بزنس، کاروبار کی مکمل اجازت ہے۔

سات ہلاکت میں ڈالنے والے گناہ

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: اجتنبو السبع الموبقات۔۔۔ سات تباہ کرنے والی چیزوں سے بچو:

1۔اللہ کے ساتھ شرک کرنا

2۔جادو کرنا

3۔ کسی انسانی جان کو ناحق قتل کرنا۔

4۔سود کھانا۔

5۔ یتیم کا مال کھانا۔

6۔جنگ کے دن بھاگ جانا

7۔پاک دامن عورتوں پر الزام لگانا جو گناہ سے بے خبر ہوں۔ (البیہقی)

بزنس اور سود میں فرق

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا۔۔۔ (البقرہ۔275)

اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔۔۔(البقرہ۔275)

But Allah has permitted trading and forbidden interest. (2:275)

تجارت اور سود کا اصولی فرق

سودی مال میں برکت نہیں ہوتی

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ۔ یَمْحَقُ اللهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ۔

(البقرہ۔276)

اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔ البقرہ۔276

There is no blessing in interest money

Allah has made interest fruitless and charity fruitful. And Allah does not like any ungrateful evildoer. (2:276)

Wealth apparently multiplies through interest and shrinks as a result of charity; in actual fact the opposite is the case. By Allah's decree, the law of nature is such that interest not only serves as a strain on moral and spiritual well-being, but it also causes actual regression and decline. Charity, however, (including such acts as lending money to people with the stipulation that they should return at their convenience without paying extra) leads to the growth and expansion of man's moral and spiritual qualities such as generosity, compassion, harmony and to the growth of human society and economy.

It is obvious that if there is a society whose individuals are selfish in their dealings with one another, in which none is prepared to assist the other without self-interest, in which every person considers the other's need an opportunity to capitalize and exploit, in which the interests of the rich are directly opposed to the interests of the common people, that society does not rest on stable foundations. In such a society, instead of love and compassion there is bound to grow mutual spite and bitterness. The elements which compose such a society are bound to remain inclined towards inequality and deprivation.

اس آیت میں ایک ایسی صداقت بیان کی گئی ہے جو اخلاقی وروحانی حیثیت سے بھی سراسر درست ہے اور معاشی وتمدنی حیثیت سے بھی۔ اگرچہ بظاہر سود سے دولت بڑھتی نظر آتی ہے اور صدقات سے گھٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، لیکن درحقیقت معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اللہ کا قانون فطرت یہی ہے کہ سود اخلاقی وروحانی اور معاشی وتمدنی ترقی میں نہ صرف مانع ہوتا ہے بلکہ زوال کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور اس کے برعکس صدقات سے (جن میں قرض حسن بھی شامل ہے) اخلاق وروحانیت اور تمدن ومعیشت ہر چیز کو نشو نما نصیب ہوتا ہے۔

اخلاقی وروحانی حیثیت سے دیکھیے، تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ سود دراصل خودغرضی، بخل، تنگ دلی اور سنگ دلی جیسی صفات کا نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس صدقات کے نتیجہ میں فیاضی، ہمدردی، فراخ دلی اور عالی ظرفی جیسی صفات کا، اور صدقات پر عمل کرتے رہنے سے یہی صفات انسان کے اندر پرورش پاتی ہیں۔

معاشرتی لحاظ سے دیکھا جائے تو جس سوسائیٹی میں افراد ایک دوسرے کے ساتھ خودغرضی کا معاملہ کریں، کوئی شخص اپنی ذاتی غرض اور اپنے ذاتی فائدے کے بغیر کسی کے کام نہ آئے، ایک آدمی کی حاجت مندی کو دوسرا آدمی اپنے لیے نفع اندوزی کا موقع سمجھے اور اس کا پورا فائدہ اٹھائے، اور مالدار طبقوں کا مفاد عوام الناس کے مفاد کی ضد ہو جائے، ایسی سوسائیٹی کبھی مستحکم نہیں ہو سکتی۔ اس کے افراد میں آپس کی محبت کے بجائے باہمی بغض و حسد اور بے دردی و بے تعلقی نشونما پائے گی۔ اس کے اجزا ہمیشہ انتشار کی طرف مائل رہیں گے۔ اور اگر دوسرے اسباب بھی اس صورت حال کے لیے مددگار ہو جائیں، تو ایسی سوسائیٹی کے اجزا کا باہم متصادم ہو جانا بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس کے برعکس جس سوسائیٹی کا اجتماعی نظام آپس کی ہمدردی پر مبنی ہو، جس کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ فیاضی کا معاملہ کریں، جس میں ہر شخص دوسرے کی حاجت کے موقع پر فراخ دلی کے ساتھ مدد کا ہاتھ بڑھائے، اور جس میں باوسیلہ لوگ بے وسیلہ لوگوں سے ہمدردانہ اعانت یا کم از کم منصفانہ تعاون کا طریقہ برتیں، ایسی سوسائیٹی میں آپس کی محبت، خیر خواہی اور دلچسپی نشونما پائے گی۔ اس کے اجزا ایک دوسرے کے ساتھ پیوست اور ایک دوسرے کے پشتیبان ہوں گے۔ اس میں اندرونی نزاع و تصادم کو راہ پانے کا موقع نہ مل سکے گا۔ اس میں باہمی تعاون اور خیر خواہی کی وجہ سے ترقی کی رفتار پہلی قسم کی سوسائیٹی کی بہ نسبت بہت زیادہ تیز ہو گی۔

اس لحاظ سے اس آیت میں سود کے معنوی اور روحانی نقصانات اور خیرات کی برکتوں کا بیان ہے۔ سود میں بظاہر بڑھوتری نظر آتی ہے لیکن معنوی حساب سے یا مال انجام کے اعتبار سے سودی رقم ہلاکت و بربادی ہی کا باعث بنتی ہے۔ سود کا کاروبار برکت سے محروم ہوتا ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا:

ان الربوٰا وان کثر فان عاقبتہ تصیر الیٰ قل۔ یعنی سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے مگر انجام کار نتیجہ اس کا قلت ہے۔

حقیقی سکون واطمینان ایمان اور اعمال صالحہ میں ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَاَقَامُوا الصَّلَاۃَ وَاٰتَوُا الزَّکَاۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (البقرہ۔277)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور نماز کو قائم رکھا اور زکوۃ دیتے رہے تو ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے اور ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ البقرہ۔277

Indeed, those who believe, do good, establish prayer, and pay Zakat will receive their reward from their Lord, and there will be no fear for them, nor will they grieve. (2:277)

یہ قرآن حکیم کا وہ خاص حکیمانہ انداز ہے جس میں وہ دنیا بھر کے قانون کی کتابوں سے ممتاز ہے کہ جب بھی کوئی شرعی حکم دیا جاتا ہے جس پر عمل دشوار معلوم ہو تو ان آیات کے ساتھ توبہ، اللہ کی رحم لانہ صفات رحمت ور حم لی، اعمال کے حساب اور آخرت کے عذاب و ثواب کا ذکر کر کے دلوں اور ذہنوں کو اس پر عمل کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ قرآن کا یہ انداز مربیانہ ہے جو اسے ایک حاکمانہ کتاب کے بجائے ایک حکیمانہ کتاب بناتا ہے۔

ہمدردی کے جذبے سے بلاسود قرضہ دینے کی فضیلت

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ۔280)

تمہارا قرض دار تنگ دست ہو، تو آسانی تک اُسے مہلت دو، اور صدقہ کرو، تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تمہیں علم ہو۔ (البقرہ۔280)

If it is difficult for someone to repay a debt, postpone it until a time of ease. And if you waive it as an act of charity, it will be better for you, if only you knew. (2:278)

اللہ ربّ العالمین کا ارشاد ہے: وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ۔ تمہارا قرض دار تنگدست ہو، تو ہاتھ کھلنے تک اُسے مہلت دو۔ (البقرہ:280)

زمانہ جاہلیت میں قرض کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں سود در سود اصل رقم میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا تھا جس سے تھوڑی سی رقم ایک پہاڑ بن جاتی تھی اور اس کی ادائیگی ناممکن ہو جاتی تھی اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کوئی تنگ دست ہو تو (سود لینا تو درکنار اصل مال لینے میں بھی) آسانی تک اسے مہلت دے دو اور اگر قرض بالکل ہی معاف کر دو تو زیادہ بہتر ہے۔ کتنا فرق ہے ان دونوں نظریات میں ایک سراسر ظلم، سنگدلی اور خود غرضی پر مبنی سوچ اور دوسری طرف اسلام کی تعلیمات ہمدردی، تعاون اور ایک دوسرے کو سہارا دینے والی تعلیمات۔

قرآن کے مطابق مال و دولت دراصل اللہ کا فضل ہے۔اور اللہ کے فضل کا صحیح شکریہ ہے کہ جس طرح اللہ نے اپنے بندے پر فضل فرمایاہے،اسی طرح بندہ بھی اللہ کے دوسرے بندوں پر فضل کرے۔اس کی بہترین صورت تو یہ ہے کہ وہ صدقہ وخیرات کرتا رہے یا کم ازکم نادار لوگوں کو قرض حسنہ دے کر ان کی مدد کرے۔اگر وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ اس کے برعکس اللہ کے فضل کو اس غرض کے لیے استعمال کرتا ہے کہ وہ دوسرے بندوں کی دولت پر ناجائز قبضہ کرے اور ان کا مال ہڑپ کر جائے تو حقیقت میں وہ صرف ناشکرا ہی نہیں بلکہ ظالم اور بد عمل بھی ہے۔

احادیث میں تنگدست مقروض کے ساتھ رعایت کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حدیث: حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک بندہ اللہ کے سامنے لایا جائے گا،اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کہ بتا میرے لئے تونے کیا نیکی ہے؟۔۔۔وہ جواب دے گا کہ اور تو کوئی خاص نیکی نہیں البتہ تونے اپنے فضل سے کچھ مال مجھے دے رکھا تھا۔میں تجارت پیشہ شخص تھا،لوگ ادھار لے جاتے تھے،میں اگر دیکھتا کہ یہ شخص غریب ہے اور وعدہ پر قرض نہ ادا کرسکتا تو میں اسے کچھ اور مہلت دے دیتا۔اسی طرح عیال داروں پر سختی نہ کرتا،اگر کوئی مقروض زیادہ تنگ دست ہوتا تو اس کو معاف بھی کردیتا۔تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس طرح تو میرے بندوں پر آسانی کرتا تھا میں آج تجھ پر آسانی اور رحم کرتا ہوں اور تیری بخشش کرتا ہوں۔(مسلم)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی نادار پر آسانی کردے یا اسے معاف کردے اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی سے بچالے گا۔
(مسند احمد)

ایک صحابی فرماتے ہیں: سنو میری دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور میرے اس دل نے اسے خوب یاد رکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ڈھیل دے یا معاف کردے،اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔(بحوالہ ابن کثیر)

حدیث: رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو شخص نادار قرضدار کو ڈھیل دے یا اپنا قرضہ معاف کردے وہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سائے تلے ہوگا۔(بروایت ابو قتادہ۔ صحیح مسلم)

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص یہ چاہے کہ اس کی دعاء قبول ہو یا اس کی مصیبت دور ہو تو اس کو چاہئے کہ تنگدست مقروض کو مہلت دے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مفلس آدمی پر اپنا قرض وصول کرنے میں نرمی کرے اور اسے مہلت دے اس کو جتنے دن وہ قرض کی رقم ادا نہ کرسکے اتنے دنوں تک ہر دن اتنی رقم خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے۔(مسند احمد)

اللہ کے سامنے حاضری اور جوابدہی کا احساس

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (البقرہ۔281)

اور اس دن سے ڈرو جس دن اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔البقرہ۔281

Accountability and full compensation

Be mindful of the Day when you will ˹all˺ be returned to Allah, then every soul will be compensated in full for what it has done, and none will be wronged. (2:281)

This verse is believed to be the last verse revealed of the Quran.

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت نزول کے اعتبار سے سب سے آخری آیت ہے اس کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اس کے چند روز بعد آپ ﷺ دنیا سے رحلت فرما گئے۔(ابن کثیر)

ساتواں رکوع: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ۔۔۔ (البقرہ۔282)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس رکوع میں آیت مداینت ہے جو قران کی طویل ترین آیت ہے۔اس میں قرض اور مالی معاملات کے بارے میں اہم ہدایات ہیں۔ گواہی کی اہمیت، گواہی کو مت چھپاؤ۔

آیت مداینت: قرض سے متعلق آیت

قرآن کی طویل ترین آیت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ۔۔۔(البقرہ۔282)

اے ایمان والو جب تم آپس میں ایک دوسرے سے میعاد مقررہ پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔۔۔(البقرہ۔282)

Write Down Loan agreement

O you who have believed! when you contract a debt for a specified term, write it down..... (2:282)

Rules of Loan or borrowing transactions

God enjoins that whenever loans or business transactions take place, their conditions should be recorded in black and white and should be attested by witnesses so that there remains no ground for misunderstanding or dispute.

1. **The first rule is that the time of borrowing: when the loan will be paid back?**
2. **Make a record or written note of loan agreement or financial transactions.**
3. **Make two witnesses over the financial agreement.**

اس آیت کی روشنی میں قرض یا مالی معاملات کے سلسلے میں ضروری ہدایات:

اس آیت میں قرض کے سلسلے میں چند واضح ہدایات دی گئیں:

1۔ قرض کی مدت کا تعین کرلو کہ کب واپس کرنا ہے۔

2۔دوسرا یہ کہ اسے لکھ لو، دستاویزی شکل دے دو۔

3۔ تیسرا یہ کہ اس پر گواہ بنالو۔

قرض ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اگرچہ قرض لینے سے ہر ممکن بچنا چاہئے لیکن بعض دفعہ مجبوراً اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ اسی لئے احادیث میں قرض دینے کا بڑا ثواب بھی بیان کیا گیا ہے۔ عموماً قرض اور دوسرے مالی لین دین جھگڑوں کا باعث بھی بن سکتے ہیں، اس لئے اس آیت میں جسے آیتہ الدین کہا جاتا ہے اور جو قرآن کی سب سے لمبی آیت ہے اللہ تعالیٰ نے قرض کے سلسلے میں ضروری ہدایات دی ہیں تاکہ یہ ناگزیر ضرورت لڑائی جھگڑے کا باعث نہ بنیں۔ عموماً دوستوں اور عزیزوں کے درمیان قرض کے معاملات میں دستاویز لکھنے اور گواہیاں لینے کو معیوب اور بے اعتمادی کی دلیل خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کا ارشاد یہ ہے کہ قرض اور تجارتی معاملات کو تحریر یا دستاویزی شکل میں لانا چاہیے اور اس پر گواہی ثبت کرالینی چاہیے تاکہ لوگوں کے درمیان معاملات صاف رہیں۔ کیونکہ قرض کا معاملہ بہت نازک بھی ہے۔

احادیث میں قرض واپس ادا نہ کرنے کی شدید الفاظ میں مذمت بیان کی گئی:

حدیث: جو شخص کسی سے اس نیت سے قرض لے کہ وہ اس کو ادا کردے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض کی ادائیگی کے لیے آسانی پیدا کرتا ہے اور اگر قرض لیتے وقت اس کا ارادہ ہڑپ کرنے کا ہے تو اللہ تعالیٰ اس طرح کے اسباب پیدا کرتا ہے، جس سے وہ مال ہی برباد ہو جاتا ہے۔(بخاری)

حدیث: مطل الغنی ظلم۔ قرض کی ادائیگی پر قدرت کے باوجود وقت پر ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔(بخاری)

حدیث: اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، مگر قرض معاف نہیں کرتا۔(مسلم)

فقہاء کرام کہتے ہیں کہ قرض اور مالی معاملات پر دو گواہ ہونے چاہئیں لیکن بعض حالات میں ایک گواہ کی گواہی بھی معتبر ہے۔ دلیل کے طور پر وہ مسند احمد کی حدیث (جو نیچے درج ہے) پیش کرتے ہیں جس میں آپؐ نے ایک گواہی کو قبول فرمایا۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی دو گواہیوں کے برابر

(تلخیص حدیث): حضور ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑے کا سودا کیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ آؤ میں تمہیں گھر جا کر اس کی ادائیگی کر دیتا ہوں۔ راستے میں لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ یہ گھوڑا بک چکا ہے۔ انہوں نے اس کی قیمت لگانا شروع کر دی یہاں تک کہ جتنے داموں میں اس اعرابی نے آپؐ کے ہاتھ بیچا تھا اس سے زیادہ دام لگ گئے۔ اعرابی کی نیت بدل گئی اور اس نے آپؐ کو آواز دے کر کہا: یا تو گھوڑا اسی وقت نقد دے کر لے لیں یا میں کسی اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہمارے درمیان سودا طے ہو چکا ہے۔ اس نے کہا کہ آپؐ گواہ پیش کریں۔ اتنے میں حضرت خزیمہ آگئے اور اعرابی کے اس قول کو سن کر فرمانے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے بیچ دیا ہے اور حضورؐ کے ہاتھ تو فروخت کر چکا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو کیسے شہادت دے رہا ہے، حضرت خزیمہ نے فرمایا آپؐ کی صداقت اور سچائی کی بنیاد پر یہ شہادت دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج سے حضرت خزیمہ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے۔(مسند احمد)

اس حدیث کی بنیاد پر بعض فقہاء مالی لین دین اور قرض پر دو گواہوں کو ضروری قرار نہیں دیتے اور ایک کو بھی کافی سمجھتے ہیں۔

گواہی کو مت چھپاؤ

۔۔۔وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۔ (البقرہ۔283)

۔۔۔اور گواہی کو مت چھپانا اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اسکا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔(البقرہ۔283)

Don’t conceal testimony or evidence

And do not conceal the testimony, for whoever conceals it, their hearts are indeed sinful. And Allah ˹fully˺ knows what you do.

Concealing true evidence applies both to a person not appearing to give testimony or to give evidence and to his avoidance of stating facts.

اسلام میں گواہی دینے کی فضیلت ہے جبکہ حق، سچ بات اور گواہی کا چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔ قرآن وحدیث میں گواہی کے چھپانے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں جھوٹی شہادت دینا یا گواہی کو چھپانا گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:۔الا اخبرکم بخیر الشھداء ؟ الذی یاتی بشھادتہ قبل ان یسئالھا۔وہ سب سے بہتر گواہ ہے جو گواہی طلب کرنے سے قبل ہی از خود گواہی کے لئے پیش ہو جائے۔(صحیح مسلم کتاب الاقضیہ، باب بیان خیر الشھود)

ایک دوسری روایت میں بدترین گواہ کی نشان دہی بھی فرمادی گئی ہے: الا اخبرکم بشر الشھداء ؟ الذین عشھون قبل ان یستشھدوا۔ کیا میں تمہیں وہ گواہ نہ بتلاؤں جو بدترین گواہ ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جو گواہی طلب کرنے سے قبل ہی گواہی دیتے ہیں (مطلب ہے جھوٹی گواہی دے کر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں)۔(صحیح بخاری، کتاب الرقاق۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ)۔

نیز آیت میں دل کا خاص ذکر کیا گیا ہے اس لیے کہ کتمان یعنی چھپانا دل کا فعل ہے۔

حدیث: الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ، واذا فسدت فسد الجسد کلہ، الا! وھی القلب۔سنو! جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر یہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر اس میں فساد آجائے تو سارا جسم فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔ سنو! وہ دل ہے۔(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ الدینہ)۔

آٹھواں رکوع: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔۔۔ (البقرہ۔284)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

سورۃ البقرہ کے آخری رکوع میں انسان کے ضمیر سے خطاب کرتے ہوئے آخرت میں جوابدہی کا احساس دلایا گیا: وان تبدوما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ، ایمانیات کی تجدید، سمع واطاعت، کوئی شخص اپنی طاقت سے بڑھ کر اعمال کا مکلف نہیں (لا یکلف اللہ نفساًالا وسعھا)، ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار (لھاما کسبت وعلیھاما اکتسبت)، اس رکوع کے آخر میں ایک جامع دعا ہے۔ دعا کے اجزاء: اس دعا میں کیا مانگا گیا؟

انسان کے ضمیر سے خطاب: اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۗ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (البقرہ۔284)

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے، اور اگر تم اپنے دل کی بات ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر جس کو چاہے بخشے گا اور جسے چاہے عذاب کرے گا، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(البقرہ۔284)

Sense of accountability before Allah

To Allah ⌜alone⌝ belongs whatever is in the heavens and whatever is on the earth. Whether you reveal what is in your hearts or conceal it, Allah will call you to account for it. He forgives whoever He wills and punishes whoever He wills. And Allah is Most Capable of everything. (2:284)

This verse explains two points:
First, that everyone is individually responsible to, and answerable before Allah swt.
Second, that the Lord of the heavens and the earth, before Whom man is answerable, is All-Knowing. Thus, nothing is concealed from Him, not even intentions and thoughts which lie hidden deep in the hearts and minds of people.

This verse teaches us not to allow our feelings and thoughts to flow along undesirable channels.

آیت کی تفسیر: احادیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام پریشان ہوئے کہ جن اعمال کا ہمیں حکم دیا گیا ہے (مثلاً نماز، روزے وغیرہ) ہم بجالاتے ہیں لیکن دل میں پیدا ہونے والے خیالات اور وسوسوں پر تو ہمارا اختیار ہی نہیں وہ تو انسانی طاقت سے باہر ہیں۔

اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو منسوخ فرمادیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل میں آنے والی باتوں، خیالات کو معاف کر دیا ہے۔ البتہ ان پر گرفت ہوگی جن پر عمل کیا جائے یا جن کا اظہار زبان سے کیا جائے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے قلبی خیالات سے در گزر فرمالیا، گرفت اسی پر ہوگی جو کہیں یا کریں۔

حدیث: حضور ﷺ نے ایک حدیث قدسی کے اندر فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ گناہ کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو جب تک اس سے گناہ سرزد نہ ہو، اگر گناہ کر گزرے تو ایک گناہ لکھو اور جب نیکی کا ارادہ کرے تو صرف ارادہ سے ہی نیکی لکھ لو اور اگر نیکی کر بھی لے تو ایک کے بدلے دس نیکیاں لکھو۔(بخاری، مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ دل میں گزرنے والے خیالات اور وسوسوں پر محاسبہ نہیں ہوگا۔ صرف ان گناہوں پر محاسبہ ہوگا جن کا انسان ارتکاب کرے گا۔

سورہ البقرہ کی آخری آیات

ایمانیات

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ ۔ (البقرہ۔285)

رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور جو لوگ اِس رسول کے ماننے والے ہیں، انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں۔۔۔(البقرہ۔285)

Basic Articles of Faith

The Messenger believes in what has been revealed to him from his Lord, and so do the believers. They believe in Allah, His angels, His Books, and His messengers. They proclaim: We make no distinction between any of His messengers.... (2:285)

The basic articles of the Faith have been recapitulated here at the end of the Surah, just as they were enunciated at its beginning. Then the Surah ends with a comprehensive prayer (Dua).

اس آیت میں ان ایمانیات کا ذکر ہے جن پر اہل ایمان کو ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ خاتمہ کلام ہے۔ اس لیے جس طرح سورت کا آغاز دین کی بنیادی تعلیمات سے کیا گیا تھا، اسی طرح سورت کو ختم کرتے ہوئے بھی ان تمام اصولی امور کو بیان کر دیا گیا ہے جن پر دین اسلام کی اساس قائم ہے۔

تجدید ایمان

سورۃالبقرہ کی ابتدائی آیات میں بھی ایمانیات کا ذکر تھا۔اب اس سورۃ کی آخری آیات میں بھی بنیادی عقائد اور ایمانیات کی تجدید کی جارہی ہے۔

حدیث: قال رسول الله ﷺ جددوا إيمانكم قيل يا رسول الله وكيف نجدد إيماننا قال أكثروا من قول لا إله إلا الله۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ایمان کی تجدید کرلیا کرو۔ پوچھا گیا: کیسے ہم اپنے ایمان کی تجدید کریں۔ فرمایا: لاالٰہ الا اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو۔(مسند احمد)

سمع واطاعت

وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ (البقرہ۔285)

اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(البقرہ۔285)

And they say: We hear and obey. ˹We seek˺ Your forgiveness, our Lord! And to You ˹alone˺ is the final return. (2:285)

آمنّا وصدّقنا: ایک مومنانہ صفت

کوئی شخص اپنی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ ۔۔۔ (البقرہ۔286)

اللہ کسی کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتا۔(البقرہ۔286)

No one is responsible beyond capacity

Allah does not require of any soul more than what it can afford. (2:286)

A person's accountability to God is limited by the extent of his ability. If a person does not have the ability to do a certain thing and has a valid excuse, then that person is exempt.

اس آیت: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔۔۔ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت اور اس کے فضل و کرم کا تذکرہ ہے کہ اس نے انسانوں کو کسی ایسی بات کا مکلف نہیں کیا جو ان کی طاقت سے بالا ہو۔

ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ۔۔۔ (البقرہ۔286)

ہر شخص نے جو نیکی کمائی اس کا پھل اسی کے لئے ہے اور جو برائی سمیٹی اس کا وبال اسی پر ہے۔۔۔(البقرہ۔286)

It will have the consequence of what (good) it has gained, and it will bear the consequence of what (evil) it has earned. (2:286)

ہر فرد اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اس لئے اسے وہی کچھ ملے گا جو اس نے خود کمایا نیز سزا بھی کسی کو صرف اس کے جرم کی ملے گی جو وہ خود کرے گا۔ ہر کوئی اپنے کئے کا ذمہ دار خود ہو گا۔ ہر شخص اپنے رب کے سامنے خود اپنا اعمال نامہ لے کر جائے گا۔ اور اس میں وہی کچھ ہو گا جو اس نے کمایا، جس کا اس نے ارتکاب کیا۔ کوئی شخص وہاں حیلہ بہانہ نہ کر سکے گا۔ نہ وہاں کسی کو کسی کی مدد یا سفارش کی امید ہو گی۔ انسان انفرادی طور پر اپنے رب جوابدہ ہو گا۔ جب انفرادی مسئولیت کا یہ تصور کسی مومن کے قلب میں جاگزین ہو جاتا ہے، تو ہر فرد اپنے اللہ کے جو حقوق اس کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں ان کا ذمہ دار بن جاتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ وہ اپنے نفس اور اس کے ساتھ وابستہ حقوق اللہ کے بارے میں ذاتی طور پر خود جوابدہ ہے۔

اسلامی عقائد اور تعلیمات کا خلاصہ

سورہ بقرہ کے آخری رکوع میں اسلام کے بنیادی عقائد اور اسلامی تعلیمات کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اور اس کی کتابوں کو ماننا، اس کے تمام رسولوں کو تسلیم کرنا بغیر اس کے کہ ان کے درمیان فرق کیا جائے (یعنی کسی کو مانا جائے اور کسی کو نہ مانا جائے)۔ اور اس امر کو تسلیم کرنا کہ آخر کار ہمیں اس کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ یہ پانچ امور اسلام کے بنیادی عقائد ہیں۔ ان عقائد کو قبول کرنے کے بعد ایک مسلمان کے لیے صحیح طرز عمل یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جو حکم پہنچے، اسے وہ بسر و چشم قبول کرے، اس کی اطاعت کرے، اور اپنے حسن عمل پر غرور نہ کرے، بلکہ اللہ سے عفو و درگزر کی درخواست کرتا رہے۔

جامع دعا:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

(البقرہ۔286)

اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے در گزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔(البقرہ۔286)

Comprehensive Dua:

Our Lord! Do not punish us if we forget or make a mistake. Our Lord! Do not place a burden on us like the one you placed on those before us. Our Lord! Do not burden us with what we cannot bear. Pardon us, forgive us, and have mercy on us. You are our ˹only˺ Guardian. So, help us against those who stand against Faith. (2:286)

اس دعا کا پس منظر

سورہ بقرہ کی آخری آیات دعائیہ کلمات پر مشتمل ہیں۔ اس دعا کا پس منظر بہت اہم ہے۔ اس دعا کی پوری روح کو سمجھنے کے لیے یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہ آیات ہجرت سے تقریباً ایک سال پہلے معراج کے موقع پر نازل ہوئی تھیں، جبکہ مکہ میں اسلام اور دشمنان اسلام کی کشمکش اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی، مسلمانوں پر مصائب و مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے، اور صرف مکہ ہی نہیں، بلکہ سرزمین عرب پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں کسی بندہ خدا نے دین حق کی پیروی اختیار کی ہو اور اس کے لیے خدا کی سرزمین پر سانس لینا دشوار نہ کر دیا گیا ہو۔ ان حالات میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی کہ اپنے مالک سے اس طرح دعا مانگا کرو۔ ظاہر ہے کہ دینے والا خود ہی جب مانگنے کا طریقہ بتادے اور اس کیلئے الفاظ بھی عطا کر دے تو اس دعا کے قبول ہونے کا یقین خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ دعا اس وقت مسلمانوں کے لیے غیر معمولی تسکین قلب کی موجب ہوئی۔

دعاء کے اہم اجزاء

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ: اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو۔

اس دعا سے اہل ایمان کے اس شعور کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ ضعیف ہیں۔ اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ پروردگار، ہم پر رحم کر اور تکلیف مالا یطاق سے ہمیں بچا تاکہ تعمیل احکام میں عجز و قصور کا ارتکاب نہ ہو، ورنہ وہ تو پختہ ارادہ رکھتے ہیں کہ مکمل تسلیم وانقیاد کا مظاہرہ کریں گے۔ وہ اپنی تقصیرات کا اعتراف کرتے ہیں اور وہ تقصیریں صرف اسی صورت میں معاف اور بے اثر ہو سکتی ہیں جب اللہ کا فضل شامل حال ہو۔

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا: ہمارے ساتھ نرمی کر، ہم سے درگزر فرما، ہم پر رحم فرما۔

انسان جس قدر محنت سے بھی اطاعت و فرمانبرداری کرے، اس کے کام میں کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی ہے۔ اس لئے اس امتحان میں کامیاب ہونے کی واحد گارنٹی صرف اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اور اگر اللہ کا فضل، عفو در گذر اور رحمت و نرمی شامل حال نہ ہو تو انسان کامیاب نہیں ہو سکتا۔

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی صرف اپنے عمل کے بل بوتے پر جنت میں داخل نہ ہو گا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا، رسول اللہ ﷺ آپ بھی؟ تو رسول ﷺ نے فرمایا۔ ”اور میں بھی، الا یہ کہ اللہ نے مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا ہے۔

ایک بندہ مومن کے احساس میں یہی اصل بات ہے۔ وہ حتی المقدور عمل کرتا ہے لیکن اپنی تقصیرات کا اسے پوری طرح احساس ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد اسے پوری امید ہوتی ہے کہ اللہ اس کی تقصیرات سے عفو و در گزر فرمائے گا۔ اور اس کے ساتھ نرمی برتی جائے گی۔

سورہ بقرہ کی آخری آیات: حفاظت کا ذریعہ

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھ لیتا ہے تو یہ اس کو کافی ہو جاتی ہیں۔ (صحیح بخاری)

حدیث: نبی اکرم ﷺ کو معراج کی رات جو تین چیزیں ملیں ان میں سے ایک سورۃ بقرہ کی یہ دو آخری آیات بھی ہیں۔ (صحیح مسلم)

کئی روایات میں ہے کہ اس سورۃ کی آخری آیات آپ ﷺ کو ایک خزانے سے عطا کی گئیں جو عرش الٰہی کے نیچے ہے اور یہ آیات آپ کے سوا کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں۔

سورہ بقرہ کی دس آیات

شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو کوئی رات میں سورۃ البقرہ کی دس آیات پڑھے گا اس گھر میں اس رات صبح تک شیطان داخل نہیں ہو گا۔

وہ دس آیات یہ ہیں: سورۃ البقرہ کی پہلی چار آیات (الم سے لیکر اولئک ہم الفلحون تک) اور آیت الکرسی اور اس کے متصل بعد کی دو آیتیں اور سورۃ البقرہ کی آخری تین آیات جو لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِؕ۔۔۔ سے شروع ہوتی ہیں۔(سنن دارمی)

سورۃ البقرہ کا اختتام دعائیہ آیات پر ہوتا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس صورت کے خاتمے پر آمین کہا کرتے تھے۔(ابن جریر)

سورہ آل عمران

Chapter 3: Surah A'le-Imran

سورہ آل عمران مدنی سورت ہے اور اس میں 200 آیات ہیں۔

سورہ آل عمران۔ خیر و برکت کا ذریعہ

سورۃ آل عمران کا موضوع: دعوت اسلام، غیر اسلامی عقائد و نظریات کی تردید، مکالمہ بین المذاہب، اسلامی عبادات کے احکامات، اتحاد و اتفاق کی اہمیت (واعتصمو بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقو)، امت مسلمہ کی ذمہ داریاں دعوت و تبلیغ، جنگ احد پر تبصرہ۔

سورۃ آل عمران کا شان نزول

سورۃ آل عمران کی بیشتر آیات کے نزول کا سبب نجران کے نصاریٰ کا وفد تھا۔ یہ ساٹھ افراد کا وفد 9 ھجری میں مدینہ منورۃ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مسجد نبویؐ میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ رسول اللہؐ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ اس وفد میں بڑے بڑے پادری اور بشپ شامل تھے۔ وفد میں شامل کچھ افراد دل سے آپؐ کی نبوت کے قائل اور آپؐ کی صفات اور شان سے واقف تھے کیونکہ اگلی کتابوں میں آپؐ سے متعلق پڑھ چکے تھے لیکن اپنے مذہب کے ماحول میں جو ان کی تکریم و تعظیم تھی اور وہاں جو جاہ و منصب انہیں حاصل تھا اس کے چھن جانے کے خوف سے راہ حق کی طرف آنے میں ہچکچاہٹ تھی۔

آپؐ نے اس مہمان وفد کی مہمان نوازی کی اور ہر طرح سے ان کے آرام کا خیال رکھا۔ جب ان کی عبادت کا وقت ہوا تو انہوں نے عبادت کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے رواداری کی اعلیٰ ترین مثال قائم کرتے ہوئے اس کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ گھر رب کی عبادت کیلئے ہی ہے جس کے بعد انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے مسجد نبویؐ میں ہی اپنے طریق پر نماز ادا کر لی۔

حضورؐ کے ساتھ اس وفد کی تفصیلی گفتگو ہوئی۔ یہ لوگ حضور ﷺ سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں سوالات کر رہے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان کی تردید اور ان کے سوالات کے جواب میں سورۃ آل عمران کی تقریباً اسی سے زیادہ آیات نازل ہوئیں۔ اس گفتگو اور نظریاتی مباحثہ کی مزید تفصیل اس سورت میں آئے گی۔ البتہ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ عیسیٰؑ سے متعلق یہ ساری آیات وفد نجران کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔

نواں رکوع: اَلٓمّٓ۔ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَۙ الۡحَـىُّ الۡقَيُّوۡمُ۔ (آل عمران۔2)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

سورۃ آل عمران کے پہلے رکوع کے موضوعات میں بیان توحید، صفات الٰہی حیّ و قیوم کا بیان، تعارف قرآن: قرآن سچی کتاب، فرقان اور ساری انسانیت کیلئے ہدایت ہے۔ اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، تخلیق انسانی، محکمات و متشابہات، راسخون فی العلم کا ذکر، آخر میں ہدایت میں استقامت کی دعا: ربنالا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔ اللہ کا صفاتی نام: الوھاب

حروف مقطعات

اَلٓمّٓ۔

الف۔لام۔میم (آل عمران۔1)

Alif-Laam-Meem:

This is a *stylistic feature* and has no meaning

عظیم نام والی آیت

اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَۙ الۡحَـىُّ الۡقَيُّوۡمُ۔ (آل عمران۔2)

اللہ، وہ زندہ جاوید ہستی، جو نظام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، حقیقت میں اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔(آل عمران۔2)

Allah! There is no god ˹worthy of worship˺ except Him—the Ever-Living, All-Sustaining. (3:1-2)

احادیث میں آتا ہے کہ تین آیات میں اللہ کا اسم اعظم ہے جس کے ذریعے سے دعا کی جائے تو رد نہیں ہوتی۔ ایک یہ آل عمران کی آیت، دوسری آیت الکرسی اور تیسری سورۃ طٰہٰ۔(ابن کثیر تفسیر آیت الکرسی)

سچی کتاب

نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَۙ۔ مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍؕ (آل عمران۔3-4)

اس نے تم پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل نازل فرمائی۔ اور اس نے فرقان اتاری ہے (جو حق اور باطل کا فرق دکھانے والی ہے) اب جو لوگ اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اللہ زبردست ہے (اور برائی کا) بدلہ لینے والا ہے۔ (آل عمران۔3۔4)

True book: Criteria for right and wrong

He has revealed to you ˹O Prophet˺ the Book in truth, confirming what came before it, as He revealed the Torah and the Gospel. previously, as a guide for people, and ˹also˺ revealed the Standard ˹to distinguish between right and wrong˺. Surely those who reject Allah's revelations will suffer a severe torment. For Allah is Almighty, capable of punishment. (3:3-4)

قرآن پوری انسانیت کیلئے ہدایت ہے۔ ھدی للناس (آل عمران۔4)

اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ۔ (آل عمران۔5)

زمین اور آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ (آل عمران۔5)

Nothing is hidden from Allah

Surely nothing on earth or in the heavens is hidden from Allah. (3:5)

تخلیق انسانی کے مراحل

ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (آل۔عمران۔6)

وہی تو ہے جو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں، جیسی چاہتا ہے، بناتا ہے اُس زبردست حکمت والے کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ (آل عمران۔6)

Stages of human creation

He is the One Who shapes you in the wombs of your mothers as He wills. There is no god ˹worthy of worship˺ except Him—the Almighty, All-Wise. (3:6)

محکمات و متشابہات

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (آل عمران۔7)

وہی ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔اِس کتاب میں دوطرح کی آیات ہیں؛ایک محکمات (جن کے معنی واضح ہیں) جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات (جن کے معنی معلوم یا معین نہیں)۔سو جن لوگوں کے دل میں ٹیڑھ ہے اور فتنے کی تلاش میں ہیں وہ گمراہی پھیلانے کی غرض سے متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں۔حالانکہ ان آیات کا مطلب سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔اور پختہ علم والے کہتے ہیں: ہمارا ان سب پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو عقلمند ہیں۔(آل عمران۔7)

Precise and Elusive Verses

He is the One Who has revealed to you ˹O Prophet˺ the Book, of which some verses are precise—they are the foundation of the Book—while others are elusive. Those with deviant hearts follow the elusive verses seeking ˹to spread˺ doubt through their ˹false˺ interpretations—but none grasps their ˹full˺ meaning except Allah. As for those well-grounded in knowledge, they say, “We believe in this ˹Quran˺—it is all from our Lord.” But none will be mindful ˹of this˺ except people of reason. (3:7)

The precise verses are easy to understand and deal mostly with matters of belief and practice, such as the belief in one God (*Sûrah Ikhlas*), Prayer, Charity, Fasting, Hajj, forbidden things etc.
As for the elusive verses, their full meaning is known only to Allah, such as the meaning of letter combinations at the beginning of some sûrahs, such as Alif-Lãm-Mĩm and attributes of Allah e.g. Allah’s throne.

تفسیر کی چار اقسام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تفسیر چار قسم کی ہے:

1۔ایک وہ جس کے سمجھنے میں کسی کو مشکل نہیں۔

2۔ایک وہ جسے اہل زبان اپنی عربی لغت سے سمجھتے ہیں۔

3۔ایک وہ جسے جید علماء اور اہل علم ہی جانتے ہیں۔

4۔ایک وہ تفسیر ہے جسے بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔(بحوالہ ابن کثیر)

آیات محکمات سے مراد وہ آیات ہیں،جن کی زبان بالکل صاف ہے،جن کا مفہوم متعین کرنے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے۔ جن میں عبادات، اوامر ونواہی،احکام ومسائل ہیں جن کا مفہوم واضح اور قابل فہم ہے اور ان کے سمجھنے میں کسی کو اشکال پیش نہیں آتا۔یہ آیات کتاب کی اصل بنیاد ہیں،یعنی قرآن جس غرض کے لیے نازل ہوا ہے،اس غرض کو یہی آیتیں پورا کرتی ہیں۔انہی میں دنیا کو اسلام کی طرف دعوت دی گئی ہے،انہی میں عبرت اور نصیحت کی باتیں فرمائی گئی ہیں،انہی میں گمراہیوں کی تردید اور راہ راست کی توضیح کی گئی ہے۔ انہی میں دین کے بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔انہی میں عقائد،عبادات،اخلاق،فرائض اور امر ونہی کے احکام ارشاد ہوئے ہیں۔ پس جو شخص طالب حق ہو اور یہ جاننے کے لیے قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہو کہ وہ کس راہ پر چلے اور کس راہ پر نہ چلے،اس کی پیاس بجھانے کے لیے آیات محکمات ہی اصل مرجع ہیں اور فطرۃً انہی پر اس کی توجہ مرکوز ہوگی اور وہ زیادہ تر انہی سے فائدہ اٹھانے میں مشغول رہے گا۔

اس کے برعکس آیات متشابہات وہ ہیں جو انسانی سمجھ سے بلند ہیں۔مثلاً اللہ کی ہستی،اللہ کی مخصوص صفات، قضاوقدر کے مسائل، جنت و دوزخ، ملائکہ وغیرہ جن کی حقیقت سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہو یا ان میں ایسی تاویل کی گنجائش ہو یا کم از کم ایسا ابہام ہو جس سے عوام کو گمراہی میں ڈالنا ممکن ہو۔اس لئے آگے کہا جارہا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ آیات متشابہ کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کے ذریعے سے فتنے برپا کرتے ہیں۔ایک بندہ مومن محکمات پر عمل کرتا ہے اور متشابھات کے مفہوم کو حکمت کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے جس سے وہ فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے اور عقائد کی گمراہی سے بھی۔

راسخون فی العلم سے کون لوگ مراد ہیں؟

حدیث: حضور ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ پختہ علم والے کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

من برت یمینہ و صدق لسانہ، واستقام قلبہ ومن اعف بطنہ و فرجہ فذالک من الرّاسخین فی العلم۔

1۔ جس کی قسم سچی ہو۔

2۔ جس کی زبان سچ بولتی ہو۔

3۔ جو استقامت والا دل رکھتا ہو۔

4۔ جس کا پیٹ حرام سے بچا ہو۔

5۔ جس کی شرم گاہ بدکاری سے محفوظ ہو۔

ان صفات کے حامل لوگ راسخون فی العلم یعنی مضبوط علم والے ہیں۔ (ابن ابی حاتم بحوالہ ابن کثیر)

امت پر تین فتنوں کا ڈر

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا:

مجھے اپنی امت پر تین باتوں کا ڈر ہے:

1۔ مال کی کثرت کا جس سے حسد و بغض پیدا ہو گا اور آپس کی لڑائی شروع ہو گی۔

2۔ دوسرا یہ کہ کتاب اللہ کی تاویل کا سلسلہ شروع ہو گا حالانکہ اصلی مطلب ان کا اللہ ہی جانتا ہے اور اہل علم کہیں گے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے۔

3۔ تیسرے یہ کہ علم حاصل کرنے کے بعد اسے بے پرواہی سے ضائع کر دیں گے۔ (معجم کبیر)

قرآن کی غلط تاویل یا تفسیر نہ کرو

حدیث: حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن کریم کے بارے میں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

انّما هلک من کان قبلکم بھٰذا، ضربو کتاب اللہ بعضہ ببعض، وانّما انزل کتاب اللہ لیصدق بعضہ بعضاً، فلا تکذبوا ببعضہ بعض، فما علمتم منہ فقولو، فما جھلتم عنہ فکلوہ الٰی عالمہ۔

سنو! تم سے پہلے لوگ بھی اسی میں ہلاک ہوئے کہ انہوں نے کتاب اللہ کی آیتوں کو ایک دوسرے کیخلاف بتا کر اختلاف کیا۔ حالانکہ کتاب اللہ کی ہر آیت، دوسری آیت کی تصدیق کرتی ہے۔ تم ان میں اختلاف پیدا کر کے ایک کو دوسرے کے متضاد نہ کہو۔ جس آیت کا علم رکھتے ہو وہی بیان کرو، جس آیت کا علم نہیں رکھتے اسے اہل علم کے سپرد کرو۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کیلیے حضور ﷺ کی دعا

حدیث: حضور ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عباس کیلیے ان الفاظ میں دعا فرمائی:

اللہم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل۔

اے اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرما اور تفسیر کا علم سمجھا دے۔ (صحیح ابن حبان۔ حدیث:7055)

ہدایت پر استقامت اور رحمت خداوندی کی طلب کی دعا:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ (آل عمران۔8۔9)

اے رب ہمارے! جب تو ہم کو ہدایت کر چکا تو ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے ہاں سے ہمیں رحمت عطا فرما، بے شک تو بہت زیادہ دینے والا ہے۔ اے ہمارے رب! تو ایک دن سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں بے شک اللہ اپنے وعدے سے ٹلنے والا نہیں ہے۔ (آل عمران۔8۔9)

Dua for Steadfastness on Guidance

⌜They say,⌝ “Our Lord! Do not let our hearts deviate after you have guided us. Grant us Your mercy. You are indeed the Giver ⌜of all bounties⌝. Our Lord! You will certainly gather all humanity for the ⌜promised⌝ Day—about which there is no doubt. Surely Allah does not break His promise.” (3:8-9)

حدیث: رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے:

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔

اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ، پھر یہ دعا پڑھتے: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا۔۔۔(آل عمران۔ آیت8)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مغرب کی نماز کی تیسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد اس آیت: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا۔۔(آل عمران۔ آیت:8) کی تلاوت فرماتے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے جب تک یہ روایت نہیں سنی تھی آپ

اس رکعت میں قل ھو اللہ (یعنی سورۃ اخلاص) پڑھا کرتے تھے لیکن یہ حدیث سننے کے بعد امیر المومنین نے بھی اسی کو معمول بنالیا۔(بحوالہ ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام: الوھاب

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

دسواں رکوع: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ۔۔۔ (آل عمران۔10)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

دنیا اور آخرت کا موازنہ، سب سے بڑی کامیابی: رضائے الٰہی کا حصول، مغفرت کی اہمیت اور بخشش کی دعا، متقی لوگوں کا تعارف، آیت شہادت یعنی اللہ، فرشتے اور اہل علم خدا کی وحدانیت کے شاہد، اللہ کے ہاں قابل قبول دین اسلام (ان الدّین عند اللہ الاسلام)، بے بنیاد اختلافات اور فرقہ بندیاں، سب بندے اللہ کی نظر میں ہیں (واللہ بصیر بالعباد)۔

دنیا کے حسن اور آخرت کے جمال کا تقابل

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ (آل عمران۔14)

لوگوں کے لیے مرغوبات نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنادی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے، وہ تو اللہ کے پاس ہے۔(آل عمران۔14)

Worldly enjoyments and the real success

The enjoyment of ˹worldly˺ desires—women, children, treasures of gold and silver, fine horses, cattle, and fertile land—has been made appealing to people. These are the pleasures of this worldly life, but with Allah is the finest destination. (3:14)

Wealth and children were considered the most important things in pre-Islamic Era, and so the frequent mention of these things in the Quran is meant to represent all worldly gains.

شَهَوَات سے کیا مراد ہے؟

شہوات سے مراد وہ چیزیں جو طبعی اور فطری طور پر انسان کو مرغوب اور پسندیدہ ہیں۔اس لئے ان میں رغبت اور ان کی محبت ناپسندیدہ نہیں ہے بشرطیکہ اعتدال کے اندر اور دین کے دائرے میں ہو۔ان چیزوں کی خوبصورتی اور تزئین بھی اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔

سب سے پہلے عورت کا ذکر کیا ہے کیونکہ یہ ہر بالغ انسان کی سب سے بڑی ضرورت بھی ہے اور سب سے زیادہ مرغوب بھی۔

نبی اکرم ﷺ نے نیک عورت کو دنیا کی سب سے بہترین نعمت اور متاع قرار دیا ہے۔

اس لئے اس کی محبت دین کی حدود سے تجاوز نہ کرے تو یہ بہترین رفیق زندگی بھی ہے اور زاد آخرت بھی۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ آزمائش بھی ہے۔آپؐ نے فرمایا: میرے بعد جو فتنے رونما ہونگے ان میں مردوں کے لئے سب سے بڑا فتنہ عورتوں کا ہے۔

اسی طرح اولاد کی محبت ہے۔اگر اولاد حصول آخرت کا ذریعہ ہو اور صدقہ جاریہ بنے تو محمود ہے اور حصول جنت کا ذریعہ ہے۔

اس آیت سے رہبانیت کی تردید بھی ثابت ہوتی ہے۔

مال و دولت سے مقصود استحکام معیشت،صلہ رحمی،صدقہ وخیرات اور امور خیر پر خرچ کرنا اور سوال سے بچنا ہے تاکہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔ان مقاصد کے تحت حصول دولت بھی عین مطلوب ہے ورنہ مذموم۔

خزانے یعنی سونے چاندی اور مال و دولت کی فروانی اور کثرت،گھوڑوں اور دیگر جانوروں سے مثبت مقاصد،فارمنگ،روزی کے حصول کا ذریعہ ہو تو یہ سب پسندیدہ ہیں اور اگر مقصود محض دنیا کمانا اور پھر اس پر فخر اور غرور کا اظہار کرنا اور یاد الٰہی سے غافل ہو کر عیش و عشرت سے زندگی گزارنا ہے تو سب مفید چیزیں اس کے لئے وبال جان ثابت ہونگی۔

دنیا متاع حسن ہے

قرآن نے دینا کو متاع غرور یعنی دھوکے کا سامان بھی کہا ہے مگر دوسری جگہ دنیا کو متاع حسن یعنی اچھا سامان بھی قرار دیا ہے:

يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا۔۔۔ (سورۃ ھود۔3)،اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو آخرت سے غافل ہو کر متاع دنیا سے استفادہ کرلے گا،اس کے لئے یہ متاع غرور ہے،کیونکہ اس کے بعد اسے برے انجام سے دوچار ہونا ہے اور جو آخرت کی تیاری کے ساتھ ساتھ اس سے فائدہ اٹھائے گا،اس کے لئے یہ چندروزہ سامان زندگی متاع حسن ہے۔

حدیث: حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کاد الفقر ان یکون کفراً۔یعنی تنگدستی انسان کو بعض اوقات آدمی کو کفر تک لے جاسکتی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: كان المال فيما مضى يكره فاما اليوم فهوترس المومن۔ یعنی زمانہ ماضی میں مال کو پاس رکھنا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا، لیکن آج یہ مال مومن کی ڈھال اور ضرورت ہے۔ پھر فرمایا: من كان في يده من هذه شيأ فليصلحه فانه زمان ان احتاج كان اول من يبدل دينه۔ یعنی جس کے پاس درہم و دینار میں سے کچھ موجود ہو اسے چاہئے کہ اس مال کو مناسب طریقہ پر کام میں لائے کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے کہ اگر کچھ حاجت پیش آگئی تو انسان سب سے پہلے حاجت پوری کرنے کے لئے اپنا دین بیچ ڈالے گا۔

سب سے بڑی کامیابی: رضائے الٰہی کا حصول

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰ لِكُمْؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِۚ۔ (آل عمران۔15)

آپ کہہ دیجئے! کیا میں تمہیں اس سے بہت ہی بہتر چیز نہ بتاؤں؟ تقویٰ والوں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔ اور سب بندے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں۔(آل عمران۔15)

What is better than everything?

Say, ˹O Prophet,˺ "Shall I inform you of what is better than ˹all of˺ this? Those mindful ˹of Allah˺ will have Gardens with their Lord under which rivers flow, to stay there forever, and pure spouses, along with Allah's pleasure." And Allah is All-Seeing of ˹His˺ servants. (3:15)

اس آیت میں اہل ایمان کو بتلایا جارہا ہے کہ دنیا کی مذکورہ چیزوں میں ہی مت کھو جانا بلکہ ان سے بہتر وہ زندگی اور نعمتیں ہیں جو رب کے پاس ہیں جن کے مستحق اہل تقویٰ ہی ہونگے اس لئے تم تقویٰ اختیار کرو اگر یہ تمہارے اندر پیدا ہو گیا تو یقیناً تم دین دنیا کی بھلائیاں اپنے دامن میں سمیٹ لو گے۔

سورۃ براءت کی آیت میں فرمایا: ورضوان من الله اكبر۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے سے راضی ہو جانا یعنی رب کی رضا کا حاصل ہو جانا تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔

مغفرت کی دعا:

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (آل عمران۔16)

اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے ہیں سو ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔(آل عمران۔16)

Dua of Forgiveness

who pray, "Our Lord! We have believed, so forgive our sins and protect us from the torment of the Fire. (3:16)

متقی لوگوں کا تعارف

اگلی دو آیات میں اہل تقویٰ کی صفات کا تذکرہ ہے۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ۔ (آل عمران۔17)

جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت کی دعائیں کرنے والے۔(آل عمران۔17)

It is they` who are patient, sincere, obedient, and charitable, and who pray for forgiveness before dawn. (3:17)

متقی لوگ کون؟

متقی لوگ اللہ کی اطاعت بجالاتے ہیں۔ حرام چیزوں سے الگ رہتے ہیں۔ صبر کے سہارے کام لیتے ہیں اور اپنے ایمان کے دعوے میں بھی سچے ہیں، تمام اعمال صالحہ بجالاتے ہیں خواہ وہ ان کے نفس کو کتنے بھاری پڑیں۔ اطاعت اور خشوع خضوع والے ہیں، اپنے مال اللہ کی راہ میں جہاں جہاں حکم ہے خرچ کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ نیکی اور اچھائی میں تعاون کرتے ہیں، آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی کرنے میں، حاجت مندوں، مسکینوں اور فقیروں کے ساتھ احسان کرنے میں سخاوت سے کام لیتے ہیں اور سحری کے وقت پچھلی رات کو اٹھ اٹھ کر توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ سحری کے وقت توبہ واستغفار افضل ہے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری حصے میں آسمان دنیا پر نزول فرما کر فرماتے ہیں: کیا کوئی سائل ہے جسے میں عطا کروں؟ کوئی دعا مانگنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں؟۔(بخاری، مسلم)

آیت شہادت: اللہ وحدہ لاشریک اپنی وحدت کا خود شاہد

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآىِٕمًا ۢ بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۭ۔ (آل عمران۔18)

اللہ نے اس بات پر گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں اور فرشتوں نے اور علم والے بھی اس پر گواہ ہیں۔ آل عمران۔18

Testimony of Oneness of Allah

Allah ˹Himself˺ is a Witness that there is no god ˹worthy of worship˺ except Him—and so are the angels and people of knowledge. He is the Maintainer of justice. There is no god ˹worthy of worship˺ except Him—the Almighty, All-Wise. (3:18)

The testimony in question is from God Himself, Who knows directly all the realities of the universe, Who observes every existing thing without obstruction. It is the testimony of the One from Whose sight nothing is hidden, and who can be a better first-hand witness than He? His testimony is that no one has the right to claim the rights which belong exclusively to God.

After God, the most trustworthy testimony is that of the angels, for they carry out the administration of the universe. The testimony of the angels, based on their own observations.

After angles, the testimony of the Scholars is also credible because their opinion is based upon knowledge and understanding.

شان نزول: یہ آیت شہادت ایک خاص شان رکھتی ہے، امام بغویؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہود کے دو بڑے عالم ملک شام سے مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے، مدینہ کی بستی کو دیکھ کر آپس میں تذکرہ کرنے لگے کہ یہ بستی تو اس طرح کی ہے جس کے لئے توراۃ میں پیشگوئی آئی ہے کہ اس میں نبی آخر الزمان قیام پذیر ہوں گے، اس کے بعد ان کو اطلاع ملی کہ یہاں کوئی بزرگ ہیں جن کو لوگ نبی کہتے ہیں، یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ پر نظر پڑتے ہی وہ تمام صفات سامنے آگئیں جو توراۃ میں آپؐ کے لئے بتلائی گئی تھیں، حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ محمدؐ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، پھر عرض کیا کہ آپ احمد ہیں، آپؐ نے فرمایا ہاں، میں محمد ہوں اور احمد ہوں، پھر عرض کیا کہ ہم آپؐ سے ایک سوال کرتے ہیں اگر آپ اس کا صحیح جواب دیں تو ہم ایمان لے آئیں گے، آپؐ نے فرمایا دریافت کرو، انہوں نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے بڑی

شہادت کون سی ہے؟اس سوال کے جواب کے لئے یہ آیت شہادت نازل ہوئی، آپ نے ان کو پڑھ کر سنادی، یہ دونوں اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

آیت کا مفہوم: شہادت کے معنی بیان کرنے اور آگاہ کرنے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا اور بیان کیا اس کے ذریعے سے اس نے اپنی وحدانیت کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ جو کائنات کی تمام حقیقتوں کا براہ راست علم رکھتا ہے، جو تمام موجودات کو بے حجاب دیکھ رہا ہے، جس کی نگاہ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں، یہ اس کی شہادت ہے۔۔۔ اور اس سے بڑھ کر معتبر عینی شہادت اور کس کی ہوگی۔۔۔ کہ پورے عالم وجود میں اس کی اپنی ذات کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے، جو خدائی کی صفات سے متصف ہو، خدائی کے اقتدار کی مالک ہو، اور خدائی کے حقوق کی مستحق ہو۔

اللہ کے بعد سب سے زیادہ معتبر شہادت فرشتوں کی ہے، کیونکہ وہ سلطنت کائنات کے انتظامی اہل کار ہیں اور وہ براہ راست اپنے ذاتی علم کی بنا پر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سلطنت میں اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں چلتا اور اس کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں ہے، جس کی طرف زمین و آسمان کے انتظامی معاملات میں وہ رجوع کرتے ہوں۔

فرشتوں کے بعد اہل علم بھی اس کی توحید کی گواہی دیتے ہیں۔ اس میں اہل علم کی بڑی فضیلت اور عظمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ناموں کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے عرفات میں اس آیت کی تلاوت کی اور الحکیم تک پڑھ کر فرمایا: وانا علی ذالک من الشاھدین یا رب۔ میں بھی اس (توحید الٰہی) پر گواہ ہوں اے ربّ العالمین۔ (مسند احمد)

حدیث: اس آیت کے حوالے سے امام بغویؒ نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر نماز فرض کے بعد سورۃ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور آیت شہادت (شھد اللہ انہ۔۔) اور آیت الملک (قل اللھم مالک الملک۔۔ آل عمران:26۔27) پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمائیں گے اور اسے جنت میں جگہ عطا فرمائیں گے اور اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائیں گے، جن میں سے کم سے کم حاجت اس کی مغفرت ہے۔ (روح المعانی)

اللہ کے ہاں قابل قبول دین: اسلام

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ (آل عمران۔19)

بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ (آل عمران۔19)

Faith of Islam

Certainly, Allah's only Way is Islam. (3:19)

This Verse explains that the religion of every Prophet, in every age was none other than Islam (submission to God). Likewise, every Divine book, in whichever language it was revealed, and to whichever people it was addressed, contained the teachings of Islam. The final version of the Divine Guidance is the Holy Qur'an and Sunnah of the Prophet Mohammad PBUH.

Unfortunately, people altered the beliefs, principles and injunctions of the true religion in a manner conducive to their own interests.

اسلام وہی دین ہے جس کی دعوت و تعلیم ہر پیغمبر نے اپنے اپنے دور میں دیتے رہے ہیں۔ اللہ کی طرف سے جو پیغمبر بھی دنیا کے کسی گوشے اور کسی زمانہ میں آیا ہے، اس کا دین اسلام ہی تھا اور جو کتاب بھی دنیا کی کسی زبان اور کسی قوم میں نازل ہوئی ہے، اس نے اسلام ہی کی تعلیم دی ہے۔ اسلام کی کامل ترین شکل وہ ہے جسے نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ دین اسلام کی دعوت ایک پر امن اور عالمگیر دعوت ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے وقت کے تمام سلاطین اور بادشاہوں کو خطوط تحریر فرمائے جن میں انہیں اسلام کی دعوت دی۔ دعوت دین امّت مسلمہ کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ (بلّغوا عنی ولو آیۃ۔ حدیث)۔ بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری ہے کہ اسلام کے پیغام دعوت و محبت کو حکمت کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی کوششوں سے عام کیا جائے۔

بے بنیاد اختلافات اور فرقہ بندی

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ (آل عمران۔19)

اور جنہیں کتاب دی گئی تھی انہوں نے صحیح علم ہونے کے بعد آپس کی ضد کے باعث اختلاف کیا اور جو کوئی اللہ کے احکام و ہدایات کی اطاعت سے انکار کر دے، اللہ کو اس سے حساب لینے میں دیر نہیں لگتی ہے۔ (آل عمران۔19)

Baseless Differences

Those who were given the Scripture did not dispute ⌜among themselves⌝ out of mutual envy until knowledge came to

them. Whoever denies Allah's signs, then surely Allah is swift in reckoning. (3:19)

باہمی اختلاف سے مراد ایک تو وہ اختلاف ہے جو اہل کتاب کے درمیان آپس میں تھا جس کی بنا پر وہ کہا کرتے تھے تم کسی چیز پر نہیں ہو۔ اس میں وہ اختلاف بھی شامل ہے جو ایک ہی دین کے ماننے والوں نے بغیر دلائل کے آپس میں پیدا کیا۔یہ سارے اختلافات دلائل کی بنیاد پر نہیں تھے محض حسد اور بغض وعناد کی وجہ سے تھے یعنی وہ لوگ حق کو جاننے اور پہچاننے کے باوجود محض اپنی خام خیالی، خود فریبی، دنیاوی مفاد کے چکر میں غلط بات پر جمے رہتے۔

بد قسمتی سے آج امّت مسلمہ کے اندر بھی اسی طرح کا اختلاف اور فرقہ بندی رونما ہو چکی ہے جس کی قرآن وحدیث میں سختی کے ساتھ ممانعت اور مذمت بیان کی گئی۔

اللہ اپنے بندوں کی دیکھ بھال کرتا ہے

۔۔۔وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔ (آل عمران۔20)

۔۔۔اللہ خود اپنے بندوں کے معاملات دیکھنے والا ہے۔(آل عمران۔20)

Allah is watching

And Allah is All-Seeing of ˹His˺ servants. (3:20)

گیارہواں رکوع: اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ۔۔۔ (آل عمران۔21)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

ہر ایماندار صاحب عمل کیلئے پورا اجر و ثواب، آیت الملک، ناظم کائنات ہستی، محبت و دوستی کا معیار، ہر چیز اللہ کے علم میں، اللہ ہر چیز پر قادر، فکر آخرت: ہر آدمی کا نامہ اعمال سامنے ہو گا، اللہ اپنے بندوں پر مہربان (واللہ رؤف بالعباد)۔

ہر ایک کیلئے پورا اجر

فَکَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰھُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ وَوُفِّیَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ (آل عمران۔25)

پس کیا حال ہو گا جبکہ ہم انہیں اس دن جمع کریں گے؟ جس کے آنے میں کوئی شک نہیں اور ہر نفس اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(آل عمران۔25)

Full compensation for every soul

But how will it be when We gather them together on the Day about which there is no doubt—when every soul will be compensated in full for what it has done, and none will be wronged! (3:25)

آیت الملک

قُلِ اللّٰـهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔ (آل عمران۔26)

آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے اقتدار دے، جس سے چاہے سلب کر لے، جس کو چاہے عزت دے، تو جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔(آل عمران۔26)

Lord of Power

Say, ˹O Prophet˺: O Allah! Lord over all authorities! You give authority to whoever You please and remove it from who You please; You honour whoever You please and disgrace who You please—all good is in Your Hands. Surely You ˹alone˺ are Most Capable of everything. (3:26)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ قوت وطاقت کا اظہار ہے۔ شاہ کو گدا بنا دے، گدا کو شاہ بنا دے، تمام اختیارات کا مالک ہے یعنی تمام بھلائیاں صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہیں تیرے سوا کوئی بھلائی دینے والا نہیں۔ شر کا خالق بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن ذکر صرف خیر کا کیا گیا ہے شر کا نہیں اس لئے کہ خیر اللہ کا فضل محض ہے بخلاف شر کے یہ انسان کے اپنے عمل کا بدلہ ہے جو اسے پہنچتا ہے یا اسلئے کہ شر بھی اس کے قضاوقدر کا حصہ ہے جو خیر کو متضمن ہے اس اعتبار سے اس کے تمام افعال خیر ہیں۔(فتح القدیر)

حدیث میں ہے اللہ کا سب سے عظیم نام یعنی اسم اعظم اس آیت (قل اللھم۔۔۔) میں ہے کہ جب اس نام سے اس سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرما لیتا ہے۔(طبرانی)

قرض کی ادائیگی میں معاون دعائیں

بعض روایات میں ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے اپنے اوپر قرض کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم آیت:قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ۔۔۔(آل عمران۔26) پڑھا کرو پھر یہ دعا کرو: رَحْمَانُ الدُّنْيَا وَلْآخِرَةِ و رحيمهما تعطى من تشاء منهما وتمنع من تشاء ارحمنى رحمة تغنينى بها عن رحمة من سواک اللهم اغننى من الفقر واقض عنى الدين۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ ایسی دعا ہے کہ تم پر احد پہاڑ جتنا قرض بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا تمہارے لئے انتظام فرمادے گا۔(مجمع الزوائد)

قرض کی ادائیگی کے لیے یہ دعا بھی پڑھا کریں:

اللَّهُمَّ اكْفِنِى بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَأَغْنِنِى بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحزَنِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

منتظم کائنات ہستی

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَىِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (آل عمران۔27)

تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور جسے تو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔(آل عمران۔27)

Climate Change and Life Cycle

You cause the night to pass into the day and the day into the night. You bring forth the living from the dead and the dead from the living. And You provide for whoever You will without limit. (3:27)

رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا مطلب موسمی تغیرات ہیں۔

دوستی کے آداب

اسلام کے دشمنوں سے دوستی اور محبت جائز نہیں

دوستی اور محبت کا معیار

آل عمران۔ آیت۔28

اس آیت کی تفسیر کو سمجھنے کیلئے قرآن کی ایک آیت اور نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے: قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔(162:6)

آپ فرمایئے! کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

اور جب انسان کی زندگی کا مقصد اللہ رب العالمین کی اطاعت وعبادت ٹھہرا تو دنیا کے تمام معاملات اور عائلی تعلقات سب اس کے تابع ٹھہرے۔

دوسرے مقام پر فرمایا گیا: ان الشیطان لکم عدوا فاتخذوہ عددوا۔(6:35)۔

یعنی شیطان تمہارا دشمن ہے اس دشمن کو یاد رکھو۔

اسی مضمون کو صحیحین کی ایک حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے: من احب للہ وابغض للہ فقد استکمل ایمانہ۔ (بخاری، مسلم)۔

یعنی جس شخص نے اپنی دوستی اور دشمنی کو صرف اللہ کے لئے وقف کر دیا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

اس موضوع پر تفصیلی تبصرہ تذکیر بالقرآن۔پارہ 28، سورۃ الممتحنۃ آیت۔8 کی تفسیر میں موجود ہے۔

Please understand this verse in conjunction with explanation of Verse 60:8 in Part 28.

عام غیر مسلموں سے دوستی، بھلائی اور انصاف میں کوئی حرج نہیں

قرآن کی بہت سی آیات سے اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات اور عمل سے خلفائے راشدینؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے تعامل سے غیر مسلموں کے ساتھ احسان وسلوک اور ہمدردی و غمخواری کے احکام اور ایسے ایسے واقعات ثابت ہوتے ہیں جن کی مثالیں دنیا کی اقوام میں ملنا مشکل ہیں۔

رسول کریم ﷺ جو رحمۃ للعالمین بن کر اس دنیا میں تشریف لائے، آپؐ نے غیر مسلموں کے ساتھ جو احسان وہمدردی اور خوش خلقی کے معاملات کئے، اس کی نظیر دنیا میں ملنا مشکل ہے۔

مکہ میں قحط پڑا تو جن دشمنوں نے آپؐ کو اپنے وطن سے نکالا تھا، ان کی خود امداد فرمائی۔

پھر مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپؐ کے سب دشمن آپؐ کے قابو میں آگئے تو سب کو یہ فرما کر آزاد کر دیا کہ (لاتثریب علیکم الیوم)۔یعنی آج تمہیں صرف معافی نہیں دی جاتی بلکہ تمہارے پچھلے مظالم اور تکالیف پر ہم کوئی ملامت بھی نہیں کرتے۔

غیر مسلم جنگی قیدی ہاتھ آئے تو ان کے ساتھ وہ حسن سلوک کیا جو اپنی اولاد کے ساتھ بھی ہر شخص نہیں کرتا۔

قریش مکہ نے آپؐ اور آپ کے جان نثار ساتھیوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں، کبھی آپؐ کا ہاتھ انتقام کے لئے نہیں اٹھا۔ زبان مبارک سے بددعا بھی نہیں فرمائی۔

نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا گیا، جو مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ مقدس مقام تھا۔

فاروق اعظمؓ نے غیر مسلم محتاج ذمیوں کو مسلمانوں کی طرح بیت المال سے وظیفے دیئے۔

خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ اجمعین کے حالات اس قسم کے واقعات سے بھرے ہوئے ہیں۔

سورۃ ممتحنہ کے اندر واضح طور پر فرمایا گیا:

لاینہٰکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین، ولم یخرجوکم من دیارکم أن تبروہم وتقسطوا الیہم۔

اللہ تمہیں منع نہیں کرتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جو تم سے دین کی بنیاد پر جنگ نہیں کرتے اور نہ تمہیں اپنے گھروں سے نکالتے ہیں۔ (الممتحنۃ:8)

There is nothing wrong in making Non-Muslim Friends as long as it is within manners of friendship

Allah does not forbid you from dealing kindly and fairly with those who have neither fought nor driven you out of your homes. Surely Allah loves those who are fair. (60:8)

انّ اللہ یحبّ المقسطین۔ بے شک اللہ (سب کے ساتھ) انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ہر چیز اللہ کے علم میں ہے

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (آل عمران۔29)

کہہ دیجئے! کہ تم اپنے سینوں کی باتیں چھپاؤ خواہ ظاہر کرو، اللہ تعالیٰ بہر حال جانتا ہے، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسے معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ آل عمران۔29

Conceal or Reveal: Allah’s Knows it

Say, ˹O Prophet,˺: Whether you conceal what is in your hearts or reveal it, it is known to Allah. For He knows whatever is in the heavens and whatever is on the earth. And Allah is Most Capable of everything. (3:29)

ہر آدمی کا اعمال نامہ سامنے موجود ہوگا

یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۔ (آل عمران۔30)

جس دن ہر نفس (شخص) اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا، آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت سی دوری ہوتی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرارہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ (آل عمران۔30)

Record Book

˹Watch for˺ the Day when every soul will be presented with whatever good it has done. And it will wish that its misdeeds were far off. And Allah warns you about Himself. And Allah is Ever Gracious to ˹His˺ servants. (3:30)

بارہوں رکوع: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔۔۔ (آل عمران۔31)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اللہ سے محبت کا معیار اور کسوٹی، محبت الٰہی رسولؐ کی اطاعت سے مشروط، اخروی نجات کا فارمولہ: اتباع سنّت، مبارک اور مقدس ہستیاں، آل عمران، امّ مریم کی دعا، قبولیت، مریم کے کفیل حضرت زکریاؑ کا تذکرہ، حصول اولاد کی دعا، حاصل دعا: حضرت یحییٰؑ کا تذکرہ، اللہ کو صبح وشام کثرت کے ساتھ یاد کرنے کا حکم: واذکر ربک کثیراً وسبّح بالعشی والابکار۔

اللہ سے محبت کا معیار

اللہ کی محبت کا دعویٰ، رسولؐ کی اطاعت سے مشروط

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (آل عمران۔31)

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔(آل عمران۔31)

Love of Allah requires obedience of his Prophet

Say, ˹O Prophet, ˺: If you ˹sincerely˺ love Allah, then follow me; Allah will love you and forgive your sins. For Allah is All-Forgiving, Most Merciful. (3:31)

خدا تک پہنچنے کا ایک ہی طریقہ: اتباعِ سنّت

ربّ العالمین تک پہنچنے کیلئے رحمت للعالمینؐ کی پیروی ضروری ہے

ہر مذہب کا پیروکار اللہ کا قرب اور اس کی رضا و محبت چاہتا ہے۔ تمام مذاہب کے پیروکار یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ سے محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے دعوؤں اور خود ساختہ طریقوں سے اللہ کی محبت اور اس کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کا تو صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ میرے آخری پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی پیروی کرو۔ اس آیت نے تمام دعوے داران محبت کے لئے ایک کسوٹی اور معیار مہیا کر دیا ہے کہ محبت الٰہی کا طالب اگر اتباع محمد ﷺ کے ذریعے سے یہ مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے تو پھر تو یقیناوہ کامیاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی محبت کا معیار بتلایا ہے، یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہو تو اس کے لئے لازم ہے کہ اس کو اتباع رسول ﷺ کی کسوٹی پر آزما کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا، جو شخص اپنے دعوی میں جتنا سچا ہو گا اتنا ہی حضور اکرمؐ کی اتباع کا زیادہ اہتمام کرے گا، اور آپؐ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بنائے گا، اور جتنا اپنے دعوے میں کمزور ہو گا اسی قدر آپؐ کی اطاعت میں سستی اور کمزوری دیکھی جائے گی۔

حدیث: ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أَبَى قيل: ومَنْ يَأْبَى يا رسول الله؟ قال: من أطاعني دخل الجنة، ومن عصاني فقد أَبَى۔

میری امت کے سب لوگ جنت میں جائیں گے، ماسوا ان کے جنھوں نے انکار کیا۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! جنت میں جانے سے انکار کرنے والے کون ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے گویا خود ہی جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔(بخاری)

اخروی نجات کا فارمولہ: اللہ، رسولؐ کی اطاعت

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔ (آل عمران۔32)

کہہ دیجئے! کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بیشک یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے، جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔ (آل عمران۔32)

The Key to Success: Obeying Allah and his Prophet

Say, ˹O Prophet,˺ "Obey Allah and His Messenger." If they still turn away, then truly Allah does not like the disbelievers. (3:32)

اس آیت میں پیروی رسول ﷺ سے گریز کرنے والوں کے لئے سخت وعید ہے۔

اس آیت میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی پھر تاکید کرکے واضح کر دیا کہ اب نجات اگر ہے تو صرف اتباع رسول ﷺ اور اطاعت محمدیؐ میں ہے اور اس سے انحراف ایمان سے انحراف ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا چاہے وہ اللہ کی محبت اور قرب کے کتنے ہی دعوے دار ہوں۔

مبارک اور مقدس ہستیاں

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَۙ۔ (آل عمران۔33)

اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیم اور آل عمران کو سارے جہان سے چن لیا ہے۔ (آل عمران۔33)

Allah's chosen people

Indeed, Allah chose Adam, Noah, the family of Abraham, and the family of 'Imrân above all people ˹of their time˺. (3:33)

آل عمران سے کون مراد ہے؟

انبیاء علیہ السلام کے خاندانوں میں دو عمران گذرے ہیں ایک حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے والد اور دوسرے حضرت مریم علیہ السلام کے والد۔ اس آیت میں اکثر مفسرین کے نزدیک یہی دوسرے عمران یعنی حضرت مریمؑ کے والد مراد ہیں جو ایک روایت کے مطابق مسجد اقصیٰ کے امام اور متولی بھی تھے۔ اس خاندان کو بلند مرتبہ حضرت مریم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے حاصل ہوا ۔ حضرت مریم علیہ السلام کی والدہ کا نام مفسرین نے حنّہ بنت فاقوذ لکھا ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی وابن کثیر)

تین عظیم ہستیاں اور خاندان

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آل عمران کے علاوہ مزید تین خاندانوں کا تذکرہ فرمایا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وقت میں جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

ان میں پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔

دوسرے حضرت نوح علیہ السلام ہیں انہیں اس وقت کا رسول بنا کر بھیجا گیا جب لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا انہیں عمر طویل عطا کی گئی انہوں نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال دین کی دعوت دی لیکن چند افراد کے سوا کوئی آپ پر ایمان نہیں لایا۔

تیسرے آل ابراہیمؑ کو یہ فضیلت عطا کی گئی کہ ان میں انبیاء کا سلسلہ قائم کیا اور بیشتر پیغمبر آپ ہی کی نسل سے ہوئے حتیٰ کہ کائنات میں سب سے افضل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا تعلق بھی آل ابراہیمؑ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کو جد انبیاء کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج رات میرے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی اور میں نے اس کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے نام پر ابراہیم رکھا۔ (بخاری، مسلم)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان ہستیوں کو تمام جہان پر فضیلت اور مرتبہ عنایت فرمایا۔

قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اتنی تفصیل کے ساتھ کیوں؟

سورۃ آل عمران کی اس آیت: 33 میں اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ سابقین کا ذکر فرمایا تو حضرت آدم، حضرت نوح، آل ابراہیم، آل عمران علیہم السلام۔ سب کا ذکر ایک ہی آیت میں اجمالا کرنے پر اکتفا فرمایا۔ اس کے بعد تقریبا تین رکوع اور بائیس آیتوں میں حضرت عیسیٰؑ اور ان کے خاندان کا ذکر اس تفصیل کے ساتھ کیا گیا کہ خود خاتم الانبیاء ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا ان کا ذکر بھی اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں آیا، حضرت عیسیٰؑ کی نانی کا ذکر، ان کی نذر کا بیان، والدہ کی پیدائش، ان کا نام، ان کی تربیت کا تفصیلی ذکر، حضرت عیسیٰؑ کا بطن مادر میں آنا، پھر ولادت کا مفصل حال، ولادت کے بعد ماں نے کیا کھایا پیا اس کا ذکر، اپنے خاندان میں بچے کو لے کر آنا، ان کے طعن و تشنیع، ولادت میں ان کو بطور معجزہ گویائی عطا ہونا، پھر جوان ہونا اور قوم کو دعوت دینا، ان کی مخالفت، حواریین کی امداد، ان کو زندہ آسمان پر اٹھایا جانا وغیرہ۔ پھر احادیث متواترہ میں ان کی مزید صفات، شکل و صورت، ہیئت، لباس وغیرہ کی پوری تفصیلات، یہ ایسے حالات ہیں کہ پورے قرآن و حدیث میں کسی نبی و رسول کے حالات اس تفصیل سے بیان نہیں کئے گئے۔ یہ بات دعوت فکر دیتی ہے کہ ایسا کیوں اور کس حکمت سے ہوا؟

اگر غور کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے نبی کریمؐ چونکہ آخری نبی و رسول ہیں کوئی دوسرا نبی آپؐ کے بعد آنے والا نہیں، اس لئے آپؐ نے اپنی تعلیمات میں اس کا بڑا اہتمام فرمایا کہ قیامت تک جو جو مراحل امت کو پیش آنے والے ہیں ان کے متعلق ہدایات دیدیں، اس لئے آپؐ

نے ایک طرف تو اس کا اہتمام فرمایا کہ آپؐ کے بعد قابل اتباع کون لوگ ہوں گے، اس کے بالمقابل ان گمراہ لوگوں کا بھی پتہ دیا جن سے امت کو خطرہ تھا۔ بعد کے آنے والے گمراہوں میں سب سے بڑا شخص مسیح دجال تھا، جس کا فتنہ گمراہ کن تھا اس کے اتنے حالات وصفات بیان فرمادیئے کہ اس کے آنے کے وقت امت کو اس کے گمراہ ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے، اسی طرح بعد کے آنے والے مصلحین اور قابل اقتداء ہستیوں میں سب سے زیادہ بڑے حضرت عیسیٰؑ ہیں، جن کو حق تعالیٰ نے نبوت ورسالت سے نوازا، اور قرب قیامت میں فتنہ دجال کی سرکوبی کے لئے ان کو آسمان میں زندہ رکھا۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ان کے حالات وصفات بھی امت کو ایسے صاف اور واضح بتلائے جائیں جن کے بعد نزول عیسیٰؑ کے وقت کسی انسان کو ان کے پہچاننے میں کوئی شک وشبہ نہ رہ جائے۔ اس میں بہت سی حکمتیں اور مصالح ہیں۔

اول یہ کہ اگر امت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہچاننے ہی میں اشکال پیش آجائے تو ان کے نزول کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰؑ اگرچہ اس وقت فرائض نبوت ورسالت پر مامور ہو کر دنیا میں نہ آئیں گے، بلکہ امت کی قیادت وامامت کے لئے بحیثیت خلیفہ رسول ﷺ تشریف لائیں گے۔ مگر ذاتی طور پر جو ان کو منصب نبوت ورسالت حاصل ہے اس سے معزول بھی نہ ہوں گے۔ امت مسلمہ جو پہلے سے ان کی نبوت پر قرآنی ارشادات کی بناء پر ایمان لائے ہوئے ہے، اگر نزول کے وقت ان کو نہ پہچانے تو انکار میں مبتلا ہو جائے گی، اس لئے ان کی علامات وصفات کو بہت زیادہ واضح کرنے کی ضرورت تھی۔

تیسرے یہ کہ نزول عیسیٰؑ کا واقعہ تو دنیا کی آخری عمر میں پیش آئے گا، اگر ان کی علامات وحالات مبہم ہوتے تو بہت ممکن ہے کہ کوئی دوسرا آدمی دعوی کر بیٹھے کہ میں مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوں، ان علامات کے ذریعہ اس کی تردید کی جاسکے گی۔ جیسا کہ ہندوستان میں ایک شخص نے دعوی کیا تھا کہ میں مسیح موعود ہوں تو علماء امت نے انہی علامات کی بناء پر اس کے قول کو رد کیا۔

امّ عیسیٰ مریمؑ بنت عمران کا ذکر

آل عمران۔ آیات۔32 تا 47

حضرت مریمؑ کی والدہ کی دعا کا تذکرہ

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (آل عمران۔35)

جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار! میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہو گا میری اس منت کو قبول فرما تو سننے اور جاننے والا ہے۔ (آل عمران۔35)

Dedication to God

˹Remember˺ when the wife of ’Imrân said: My Lord! I dedicate what is in my womb entirely to Your service, so accept it from me. You ˹alone˺ are truly the All-Hearing, All-Knowing. (3:35)

اولاد کو دین کیلئے وقف کرنا

انبیاء سابقین (علیہم السلام) کی شریعت میں ایک طریقہ عبادت کا یہ بھی تھا کہ اپنی اولاد میں سے کسی بچے کو اللہ کے لئے مخصوص کر دیں یعنی اللہ کے دین کیلئے اس طرح وقف کر دیں کہ اس سے دنیا کی کوئی خدمت نہ لیں۔

حضرت مریم (علیہا السلام) کی والدہ نے اسی قاعدہ کے مطابق اپنے حمل کے متعلق یہ منت مان لی کہ اس کو خاص بیت المقدس کی خدمت کے لئے رکھوں گی، دنیا کے کام میں نہ لگاؤں گی، مگر جب حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ خیال کر کے افسوس کیا کہ لڑکی شاید دین کی خدمت کا کام نہ کر سکے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کی برکت سے اس لڑکی کو نہ صرف قبول فرما لیا بلکہ اس کو خاص عالیشان مرتبہ عطا فرما دیا اور ساری دنیا کی عورتوں سے ممتاز کر دیا اور ایک خاص فضیلت عطا فرما دی۔

والدہ کو اولاد کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ماں کو اپنے بچے کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک لحاظ سے ولایت، سرپرستی اور اختیار حاصل ہے، کیونکہ اگر ماں کو بچے پر ولایت حاصل نہ ہوتی تو حضرت مریم (علیہا السلام) کی والدہ نذر نہ مانتیں، اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ ماں کو بھی حق ہے کہ اپنے بچے کا نام خود تجویز کر لے۔ (جصاص)

نومولود کا نام

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰىؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْؕ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰىۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ۔ (آل عمران۔36)

پھر جب وہ بچی اس کے ہاں پیدا ہوئی تو اس نے کہا: اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا ہے۔ اور جو کچھ اس نے جنا ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے اور بیٹا بیٹی کی طرح نہیں ہوتا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا۔۔۔ (آل عمران۔36)

Seeking Protection for Offspring

When she delivered, she said: My Lord! I have given birth to a girl, —and Allah fully knew what she had delivered— and the male is not like the female. I have named her Mary…

حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت سے اور حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے بچے کا نام ولادت کے پہلے روز رکھنا چاہیے۔ لیکن حافظ ابن القیمؒ نے تمام احادیث پر بحث کر کے آخر میں لکھا ہے کہ پہلے روز، تیسرے روز یا ساتویں روز بھی نام رکھا جاسکتا ہے۔
تاہم اگر کوئی ان مخصوص ایام میں بچے کا نام نہیں بھی رکھ سکا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ بچے کے نام کیلئے دن کی تعیین صرف ایک مستحب عمل ہے۔

بچے کا نام پہلا تحفہ ہے جو والدین اولاد کو دیتے ہیں۔ لہٰذا نومولود کا نام سوچ سمجھ کر رکھنا چاہیئے۔ آج کل نئے نام یا یونیک نام کی تلاش میں بے معنی اور بعض دفعہ غلط مطلب کے حامل نام رکھ دیے جاتے ہیں۔ کوشش کی جائے کہ بچے کا نام اسماء الحسنیٰ کی نسبت سے مثلاً عبد اللہ، عبد الرحمٰن یا انبیاء کرامؑ یا صحابہ اور صحابیات کے نام پر یا کسی نیک ہستی کے نام پر رکھا جائے۔ یا کم از کم ایسا نام ہو جسکا کوئی مثبت معنی ہو۔
یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ نام کا بچے کی شخصیت پر اثر پڑتا ہے۔

نومولود کی حفاظت کی دعا

وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ۔ (آل عمران۔35)

اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے بچا کر تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ (آل عمران۔36)

…And I seek Your protection for her and her offspring from Satan, the accursed. (3:36)

The prayers of Mary's mother were answered. In a Hadith the Prophet PBUH says: Every child is touched by Satan when they are born—and they cry because of this contact—except Jesus and his mother. (Bukhari, Muslim)

اس آیت میں پیدائش کے وقت بچے کی حفاظت کی دعا کا ذکر ہے: وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُھَابِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ۔
اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے بچا کر تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ام مریمؑ کی اس دعا کو قبول فرمایا۔
حدیث میں ہے کہ جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مس کرتا ہے (چھوتا) ہے۔ جس سے وہ روتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مس شیطان سے حضرت مریم علیہا السلام کو اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر)۔

اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو تم بھی (بچے کی پیدائش پر) اس آیت کو پڑھ لو: وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُهَابِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ۔(آل عمران۔36)

بچوں کی حفاظت کیلئے دعائیں اور اعمال

قرآن وحدیث کے مطالعے سے اولاد اور بچوں کی حفاظت کی کئی دعائیں اور اعمال ملتے ہیں جن کا پابندی سے اہتمام کرنا چاہئے:

1۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّتِنَا قُرَّةَ أعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إمَامًا۔

2۔ آیت شفاء : وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْن۔ (الشعراء۔86)

3۔ مسنون دعا: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لاَمَّةٍ۔

میں ہر شیطان اور موذی جاندار اور ہر نظر بد سے اللہ کے کامل اور پر اثر کلمات کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ اس دعا کے ساتھ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کیلئے پناہ مانگا کرتے تھے۔

4۔ سورۃ الفاتحہ، آیۃ الکرسی، سورۃ اخلاص، معوذتین کی تلاوت بھی ایک مسنون عمل ہے۔

5۔ والدین کی اپنے بچوں کیلئے دعا: انسان اپنی فطرت کے باعث اولاد کی بیماری اور دکھ درد برداشت نہیں کر سکتا۔ بچوں کیلئے والدین کی دعا بہت کارگر ہوتی ہے کیونکہ اس دعا میں اخلاص ہوتا ہے۔ حدیث کے اندر بھی آتا ہے کہ والدین کی دعا اولاد کیلئے قبول ہوتی ہے۔ بے شمار ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ والدین کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اولاد کی لاعلاج بیماریوں کو ہمیشہ کے لیے دور کر دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بہت سے کاموں میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے، وہی ذات بہتر جانتی ہے کہ بچے کی اس تکلیف میں کیا حکمت اور انجام کار کیا نتائج حاصل ہوں گے۔

6۔ قرآنِ پاک کی تلاوت کثرت سے کریں، اور تہجد کے اوقات میں گڑگڑا کر دعا کیجیے۔

7۔ صدقہ وخیرات: صدقہ آفات اور بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔ صدقہ وخیرات کا اہتمام باقاعدگی سے کرنا چاہئے۔

8۔ توبہ واستغفار ہر حال میں کرتے رہنا چاہیے، انسان گناہ گار ہوتا ہی ہے، بہترین خطاکار وہ ہے جو توبہ کرنے والا ہو۔

ام مریمؑ کی دعا کی قبولیت

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۚ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (آل عمران۔37)

تو پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین نشوونما کا انتظام فرمادیا اور زکریاؑ کو اس کا سرپرست اور کفیل بنادیا۔ زکریاؑ جب کبھی اس کے پاس محراب میں جاتا تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتا پوچھتا مریمؑ! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتی اللہ کے پاس سے آیا ہے، اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔(آل عمران۔37)

Blessed Caring and Upbringing of Mary (pbuh)

So, her Lord accepted her graciously and blessed her with a pleasant upbringing—entrusting her to the care of Zachariah. Whenever Zachariah visited her in the sanctuary, he found her supplied with provisions. He exclaimed, "O Mary! Where did this come from?" She replied, "It is from Allah. Surely Allah provides for whoever He wills without limit." (3:37)

حضرت زکریا علیہ السلام کا تعارف

ام مریمؑ کی نذر کو اللہ تعالیٰ نے بخوشی قبول فرمالیا اور اسے بہترین پرورش اور نشوونما بخشی، ظاہری خوبی بھی عطا فرمائی اور باطنی خوبی سے بھی نوازا اور اپنے نیک بندوں میں ان کی تربیت کرائی تاکہ علم، خیر اور دین سیکھ لیں، حضرت زکریا کو ان کا کفیل بنادیا۔ ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ حضرت مریمؑ یتیم ہوگئی تھیں، لیکن دوسرے روایت میں ہے کہ قحط سالی کی وجہ سے ان کی کفالت کا بوجھ حضرت زکریا نے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ دونوں وجوہات اتفاقاً آپس میں مل گئی ہوں۔ حضرت زکریاؑ حضرت مریمؑ کے خالو بھی تھے اور اپنے وقت کے پیغمبر بھی۔ اس لحاظ سے وہی سب سے بہتر کفیل بن سکتے تھے جو حضرت مریم علیہاالسلام کی مادی ضروریات اور علمی و اخلاقی تربیت کے تقاضوں کا صحیح اہتمام کرسکتے تھے۔ چونکہ زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہاالسلام کے خالو بھی تھے اس لحاظ سے حضرت مریم گویا اپنی خالہ کے گھر اور ان کی پرورش میں تھیں۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی یتیم صاحبزادی عمرہ کو ان کی خالہ حضرت جعفر بن ابو طالب کی بیوی کے سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ: خالہ قائم مقام ماں کے ہے۔

محراب سے کیا مراد ہے؟

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَۙ: اس آیت میں محراب کا ذکر ہے۔ محراب کے لفظ سے لوگوں کا ذہن بالعموم اس محراب کی طرف چلا جاتا ہے جو ہماری مسجدوں میں امام کے کھڑے ہونے کے لیے بنائی جاتی ہے۔ لیکن یہاں سے محراب سے یہ چیز مراد نہیں ہے۔ صوامع اور کنیسوں میں اصل عبادت گاہ کی عمارت سے متصل سطح زمین سے کافی بلندی پر جو کمرے بنائے جاتے ہیں، جن میں عبادت گاہ کے مجاور، خدام اور معتکف لوگ رہا کرتے ہیں، انہیں محراب کہا جاتا ہے۔ اسی قسم کے کمروں میں سے ایک میں حضرت مریم معتکف رہتی تھیں۔

زکریاؑ کی نیک اولاد کے حصول کی دعا:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔ (آل عمران۔38)

اس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہا: اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔ (آل عمران۔38)

Dua for righteous offspring

Then and there Zachariah prayed to his Lord, saying, "My Lord! Grant me—by your grace—righteous offspring. You are certainly the Hearer of ⌜all⌝ prayers." (3:38)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اولاد کے لئے دعا کرنا انبیاءؑ کی سنت ہے۔

ایک دوسری آیت میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا و ذریۃ۔(13-38)

یعنی بیویوں اور اولاد کی نعمت انبیاءؑ سابقین کو بھی دی گئی تھی۔ اب اگر کوئی شخص شادی اور فیملی لائف سے اعراض کرے تو وہ نہ صرف فطرت کے خلاف علم بغاوت بلند کرے گا بلکہ انبیاءؑ کی ایک مشترک اور متفق علیہ سنت سے بھی محروم ہو گا۔ حضور اکرم ﷺ نے نکاح اور اولاد کے مسئلہ کو اتنی اہمیت دی ہے کہ آپؐ نے اس شخص کو اپنی امت میں شامل نہیں کیا جو شادی اور اولاد سے باوجود قدرت کے اعراض کرتا ہو۔

چناچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

1۔النکاح من سنتی۔ کہ نکاح شادی میری سنت ہے۔

2۔فمن ر غب عن سنتی فلیس منّی ۔ جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہو گا۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تعریف کی ہے جو اولاد اور شریک حیات کے حصول اور ان کے نیک صالح ہونے کے لئے دعائیں کرتے ہیں: والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین۔(74:25)

یعنی اللہ کے فرمانبردار لوگ ایسے ہیں جو یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں بیوی بچے ایسے عنایت فرما جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور قلب مسرور ہو۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرمؐ سے ام سلیمؓ نے درخواست کی کہ آپؐ اپنے خادم انس کے لئے کوئی دعا فرمائیں۔ تو آپؐ نے ان کے لئے ان الفاظ میں دعا کی: اللهم اكثر ماله و ولده وبارک له فیما اعطیته۔

یعنی اے اللہ اس (انس) کے مال اور اولاد میں اضافہ فرما اور اس چیز میں برکت عطا کر جو کہ آپ نے اس کو عطا کی ہے۔

اسی دعا کا اثر تھا کہ حضرت انسؓ کو اللہ نے کثرت اولاد سے نوازا اور انہیں اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت بھی عطا فرمائی۔

حاصل دعا: حضرت یحییٰ علیہ السلام

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِى الْمِحْرَابِۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (آل عمران۔39)

پس فرشتوں نے انہیں آواز دی، جب وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا سردار، ضبط نفس کرنے والا (پاکیزہ کردار) اور خاص نیکوکار بندوں میں سے نبی ہو گا۔ (آل عمران۔39)

Prophet John (PBUH)

So, the angels called out to him while he stood praying in the sanctuary, "Allah gives you good news of ˹the birth of˺ John who will confirm the Word of Allah and will be a great leader, chaste, and a prophet among the righteous. (3:39)

حضرت مریمؑ کی پرورش کے دوران ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں (بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود) یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش اللہ تعالیٰ انہیں بھی اسی طرح اولاد سے نواز دے۔ چنانچہ بے اختیار دعا کے لئے ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اُٹھ گئے جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا۔

لمحہ قبولیت: حدیث مبارکہ کے اندر آتا ہے کہ بعض لمحات دعا کی قبولیت کے ہوتے ہیں لہٰذا کبھی اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو یا اپنی املاک کو بددعا نہ دو: لا تدعو علىٰ انفسكم، ولا تدعو علىٰ اولادكم، ولا تدعو علىٰ اموالكم۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔

سیّد کے معنی حلیم، بردبار، شریف اور کریم کے ہیں۔ علم وعبادت میں بڑھا ہوا، متقی، پرہیزگار، فقیہ، عالم، خلق ودین میں سب سے افضل جسے غصہ اور غضب مغلوب نہ کرسکے۔(ابن کثیر)

حصوراً کے معنی ہیں پاکیزہ کردار، گناہوں سے پاک، ایسا پارسا جس کا گناہ کی طرف خیال بھی نہ جائے۔

اللہ کیلئے کوئی چیز مشکل نہیں

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ۔ (آل عمران۔40)

اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔(آل عمران۔40)

Allah does what He wills. (3:40)

اللہ کو کثرت کے ساتھ یاد کرو

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔ (آل عمران۔41)

اپنے رب کو کثرت کے ساتھ یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔(آل عمران۔41)

Remember Allah frequently

Remember your Lord often and glorify ˹Him˺ morning and evening. (3:41)

حضرت زکریا علیہ السلام اولاد کی خوشخبری ملنے پر بہت خوش ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بطور شکرانہ کثرت سے صبح شام اللہ کی تسبیح کیا کرو تاکہ انعامات الٰہی کا شکر ادا ہو۔ یہ گویا سبق دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری طلب کے مطابق تمہیں نعمتوں سے نواز دے تو اسی حساب سے اس کا شکر بھی زیادہ سے زیادہ کرو۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا گیا: لئن شکرتم لازیدنکم۔۔۔ اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں مزید عطا کروں گا۔

تیرہواں رکوع: وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ۔۔۔ (آل عمران۔42)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

فرشتوں کا حضرت مریمؑ سے خطاب، مریمؑ کا مقام و مرتبہ، عیسیٰؑ کی معجزانہ پیدائش، عیسیٰؑ کے معجزات، عیسیٰؑ کی تعلیمات، تمام انبیاءؑ کا مشن ایک ہی تھا، عیسیٰؑ کے حواری، حواریوں کی دعا۔

فرشتوں کا مریم علیہ السلام سے خطاب

حضرت مریم علیہا السلام کا مقام و مرتبہ

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۔ (آل عمران۔42)

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ نے تجھے چن لیا اور تجھے پاک کر دیا اور سارے جہان کی عورتوں میں سے تیرا انتخاب کر لیا۔(آل عمران۔42)

The Honourable Status of Mary (PBUH)

And ⌜remember⌝ when the angels said, "O Mary! Surely Allah has selected you, purified you, and chosen you over all women of the world.

اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریم علیہا السلام کو فرشتوں نے خبر پہنچائی کہ اللہ نے انہیں ان کی کثرت عبادت، ان کی دنیا سے بے رغبتی، شرافت اور شیطانی وسوسوں سے دوری کی وجہ سے اپنا قرب خاص عنایت فرمادیا ہے، اور تمام جہان کی عورتوں پر انہیں خاص فضیلت دے رکھی ہے۔

پانچ افضل ترین خواتین:

احادیث کی روشنی میں پانچ خواتین اسلام کی خصوصی فضیلت اور مقام ہے:

1۔ حضرت مریمؑ بنت عمران

2۔ امّ المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ

3۔ حضرت فاطمہ بنت محمد ﷺ

4۔ آسیہؓ۔ فرعون کی بیوی

5۔ امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

رب کی بندگی اور اطاعت کا حکم

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ

اے مریم! اپنے رب کی بندگی کرنا اور سجدہ کرنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا۔(آل عمران۔43)

O Mary! Be devout to your Lord, prostrate yourself ˹in prayer˺ and bow along with those who bow down."

یہاں حضرت مریمؑ کو اپنے رب کی بندگی اور اطاعت خصوصاً باجماعت نماز کا حکم دیا جارہا ہے۔

عیسیٰؑ کی معجزانہ پیدائش

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَۙ۔ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (آل عمران۔45،46)

فرشتوں نے کہا: اے مریمؑ! اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی خوش خبری دیتا ہے اُس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہو گا، دنیا اور آخرت میں معزز ہو گا، اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا۔ لوگوں سے ماں کی گود میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ نیک لوگوں میں سے ہو گا۔ (آل عمران۔45،46)

Miraculous Birth of Jesus (PBUH)

Remember˺ when the angels proclaimed, "O Mary! Allah gives you good news of a Word from Him, his name will be the Messiah, Jesus, son of Mary; honoured in this world and the Hereafter, and he will be one of those nearest ˹to Allah˺. And he will speak to people in ˹his˺ infancy and adulthood and will be one of the righteous. (3:45-46)

In the Quran, Jesus is called the "Word" of Allah since he was created with the word "Be!"

Messiah (Masîḥ) means the "anointed one." It is used in the Quran exclusively as a title for Jesus Christ.

عیسیٰ عجمی زبان کا لفظ ہے، بعض کے نزدیک یہ عربی ہے اور عاس یعوس سے مشتق ہے جس کے معنی سیادت و قیادت کے ہیں۔

مسیح مسح سے ہے یعنی کثرت سے زمین کی سیاحت کرنے والا یا اس کے معنی ہاتھ پھیرنے والا ہے کیونکہ آپ ہاتھ پھیر کر مریضوں کو باذن اللہ شفایاب فرماتے تھے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مسیح اصل میں عیسیٰ علیہ السلام کا ٹائیٹل تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ ان کی معجزانہ ولادت اللہ کے کلمہ کن کی تخلیق ہے۔چونکہ ان کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے ایک غیر معمولی فرمان سے خرق عادت کے طور پر ہوئی تھی اس لیے ان کو قرآن مجید میں کَلِمَةٌ مِّنَ اللہِ کہا گیا ہے۔یہ معجزانہ ولادت عام انسانی اصول کے برعکس باپ کے بغیر ہوئی۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گہوارے میں گفتگو کرنے کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ مریم میں بھی موجود ہے اس کے علاوہ صحیح بخاری کی حدیث میں دو اور بچوں کا بھی ماں کی گود میں باتیں کرنے کا ذکر ہے۔

وَكَهْلًا: ادھیڑ عمر میں کلام کرنے کا مطلب بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ جب وہ بڑے ہو کر وحی اور رسالت سے سرفراز کئے جائیں گے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کا قیامت کے قریب جب آسمان سے نزول ہو گا جو صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے تو اس وقت جو وہ اسلام کی تبلیغ کریں گے وہ کلام مراد ہے۔(تفسیر ابن کثیر و قرطبی)

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ۔ (آل عمران۔49)

اور وہ(عیسیٰؑ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو گا(ان سے کہے گا) کہ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل جیسا(ایک پتلا) بناتا ہوں پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں سو وہ اللہ کے حکم سے فوراً اڑنے والا پرندہ ہو جاتا ہے،اور میں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو شفایاب کرتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مُردے کو زندہ کر دیتا ہوں،اور جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں تمہیں(وہ سب کچھ) بتا دیتا ہوں،بیشک اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔(آل عمران۔49)

Miracles of Jesus PBUH

And ⸢make him⸣ a messenger to the Children of Israel ⸢to proclaim, ⸣ ‘I have come to you with a sign from your Lord: I will make for you a bird from clay, breathe into it, and it will become a ⸢real⸣ bird—by Allah’s Will. I will heal the blind and the leper and raise the dead to life—by Allah’s Will. And I will prophesize what you eat and store in

your houses. Surely in this is a sign for you if you ⌜truly⌝ believe. (3:49)

اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر ہو رہا ہے:

اخلق لکم: خلق یہاں پیدائش کے معنی میں نہیں ہے، اس پر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے کیونکہ وہی خالق ہے یہاں اس کے معنی ظاہر شکل و صورت گھڑنے اور بنانے کے ہیں۔

باذن اللہ: اللہ کے حکم سے کہنے سے مقصد یہی ہے کہ کوئی شخص اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو کہ میں خدائی صفات یا اختیارات کا حامل ہوں بلکہ میں تو اس کا عاجز بندہ ہوں اور رسول ہی ہوں یہ جو کچھ میرے ہاتھ پر ظاہر ہو رہا ہے معجزہ ہے جو محض اللہ کے حکم سے صادر ہو رہا ہے۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے زمانے کے حالات کے مطابق خاص معجزات عطا فرمائے تا کہ اس کی صداقت ہو اور بالاتری نمایاں ہو سکے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا بڑا چرچا تھا اور جادو گروں کی بڑی قدر و تعظیم تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ معجزہ دیا کہ جس کے سامنے بڑے بڑے جادو گر اپنا کرتب دکھانے میں ناکام رہے۔ جس سے تمام جادو گروں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان پر حیرت طاری ہو گئی اور انہیں کامل یقین ہو گیا کہ یہ تو الہ واحد و قہار کی طرف سے عطیہ ہے جادو ہر گز نہیں اسی وجہ سے وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور بالآخر اللہ کے مقرب بندے بن گئے۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے زمانہ میں طب اور حکمت کا بڑا چرچا تھا۔ پوری دنیا میں کامل اطباء، ماہر حکیم اور کامل الفن استاد موجود تھے پس آپ کو وہ معجزے دے گئے جس سے وہ سب عاجز تھے۔ بھلا مادرزاد اندھوں کو بالکل بینا کر دینا اور کوڑھیوں کو اس مہلک بیماری سے اچھا کر دینا، جمادات جو محض بے جان چیز ہے اس میں روح ڈال دینا اور قبروں میں سے مردوں کو زندہ کر دینا یہ کسی کے بس کی بات نہیں؟ صرف اللہ سبحانہ کے حکم سے بطور معجزہ یہ باتیں آپ سے ظاہر ہوئیں۔

ہمارے پیغمبر نبی کریم ﷺ کا دور شعر و ادب اور فصاحت بلاغت اور بلند خیالی، بول چال میں لطافت کا زمانہ تھا۔ اس فن میں بلند پایہ شاعروں نے وہ کمال حاصل کر لیا تھا کہ دنیا ان کے قدموں پر جھکتی تھی پس حضورؐ کو قرآن جیسا فصیح و بلیغ اور پر اعجاز کلام عطا فرمایا گیا جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا بھر کے ادباء و شعراء عاجز رہے اور چیلنج کے باوجود سب ان سب کی ہمتیں پست ہو گئیں، گلے خشک ہو گئے، زبانیں گنگ ہو گئیں اور آج تک ساری دنیا اس جیساء کلام پیش کرنے سے عاجز رہی۔

عیسٰیؑ کی تعلیمات

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوْا اللہَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔ (آل عمران۔50۔51)

اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو اِس وقت میرے زمانہ میں موجود ہے اور اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے لیے بعض اُن چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔ میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں، لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، لہٰذا تم اُسی کی بندگی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔(آل عمران۔50۔51)

Mission of Jesus PBUH

And I will confirm the Torah revealed before me and legalize some of what had been forbidden to you. I have come to you with a sign from your Lord, so be mindful of Allah and obey me.
Surely Allah is my Lord and your Lord. So worship Him ˹alone˺. This is the Straight Path. (3:50-51)

This verse explains that Prophet Jesus preached the same religion as it was preached by Prophet Moses and earlier prophets.

The message of Muhammad (peace be on him) is also the same as that of Jesus. The missions of the two are identical.

It also explains that Prophet Jesus came to abolish innovations and extreme practices to determine exactly what is lawful and what is unlawful in the Divine Scripture.

The Verse 3:51 explains that Prophet Jesus is one of the servants of God and believes in the Oneness of God.

وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ: اس سے مراد وہ چیزیں جو تورات کے علماء نے اجتہاد کے ذریعے سے خود بخود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔ چونکہ اس اجتہاد میں ان سے غلطی کا ارتکاب ہوا تھا اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس غلطی کا ازالہ کر کے انہیں حلال قرار دے دیا۔ یعنی تمہارے جہلا کے توہمات، تمہارے فقیہوں کی قانونی موشگافیوں، تمہارے رہبانیت پسند لوگوں کے تشددات، اور تمہارے ہاں اصل شریعت الٰہی پر جن قیود کا اضافہ ہو گیا ہے، میں ان کو منسوخ کروں گا اور تمہارے لیے وہی چیزیں حلال اور وہی حرام قرار دوں گا جنہیں اللہ نے حلال یا حرام کیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ: یعنی اللہ کی عبادت کرنے میں، میں اور تم برابر ہیں۔ اس لئے سیدھا راستہ صرف یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کی واحدانیت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

تمام انبیاءؑ کا مشن ایک ہی تھا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاءؑ کی طرح حضرت عیسیٰؑ کی دعوت کے بھی بنیادی نکات یہی تین تھے:

1۔ صرف اللہ کی بندگی اور عبادت

2۔ اللہ کے نبی کی اطاعت

3۔ یہ کہ انسانی زندگی میں حلت و حرمت اور جائز و ناجائز اللہ کے دین کے مطابق ہونا چاہئے۔

اس لحاظ سے در حقیقت حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ اور دوسرے تمام انبیا کے دعوتی مشن میں فرق نہیں ہے۔

عیسیٰؑ کے حواری

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ (آل عمران۔52)

جب عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا انکار محسوس کیا تو کہا کہ اللہ کی راہ میں کون میرا مددگار ہے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں۔ ہم اللہ پر یقین لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلمان (فرمانبردار) ہیں۔ (آل عمران۔52)

Disciples of Jesus

When Jesus sensed disbelief from his people, he asked, "Who will stand up with me for Allah?" The disciples replied, "We will stand up for Allah. We believe in Allah, so bear witness that we have submitted." (3:53)

The word *Hawari* means approximately the same as the word *Ansaar* in the Islamic tradition which literally means the helpers.

حواری کا کیا مطلب ہے؟

حواری کہتے ہیں مددگار کو۔ لفظ حواری، حور سے ماخوذ ہے جس کے معنی لغت میں سفیدی کے ہیں۔ حواری کا لفظ قریب قریب وہی معنی رکھتا ہے جو ہمارے ہاں انصار کا مفہوم ہے۔ اصطلاح میں حضرت عیسیٰؑ کے مخلص ساتھیوں کو ان کے اخلاص اور صفائی قلب کی وجہ سے یا ان کی سفید پوشاک کی وجہ سے حواری کا لقب دیا گیا ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کو صحابی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ آپؐ پر ایمان لانے والوں اور آپؐ کی صحبت میں رہنے والوں کو صحابہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایماندار ساتھیوں کو حواری کہا جاتا ہے۔ کبھی لفظ حواری مطلقاً مددگار اور مخلص ساتھی کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ بائبل میں بالعموم حواریوں کے بجائے شاگردوں کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

عیسیٰؑ کے حواریوں اور انصار مدینہ کا موازنہ

جس طرح نبی اکرم ﷺ نے بھی ابتداء میں جب قریش آپ کی دعوت کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے تو آپؐ نے حج کے موسم میں باہر سے آئے ہوئے لوگوں کو اپنا ساتھی اور مددگار بننے پر آمادہ کیا تاکہ دعوت دین میں وہ آپ کے ہمنوا بن سکیں۔ اس دعوت پر انصار مدینہ نے لبیک کہا اور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کی نصرت کا وعدہ کیا جس کے نتیجے میں ہجرت مدینہ ہوئی۔ ہجرت کے بعد اس نصرت، تائید، ایثار، ہمدردی، اور خیر خواہی کی بہترین مثال مواخات مدینہ ہے۔

اسی طرح یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے مدد طلب فرمائی۔ لیکن اس سے مراد وہ مدد نہیں ہے جو مافوق الاسباب طریقے سے طلب کی جاتی ہے کیونکہ وہ تو شرک ہے اور ہر نبی شرک کے سدباب ہی کے لئے آتا رہا ہے پھر وہ خود شرک کا ارتکاب کس طرح کر سکتے تھے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داعیان دین کو اپنی دعوت کو پھیلانے میں جائز اسباب کے اختیار کرنے پر کوئی ممانعت نہیں۔

صحابی رسولؐ حضرت زبیر کیلئے حواری کا ٹائیٹل

جنگ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہے کوئی جو سینہ سپر ہو جائے؟ اس آواز کو سنتے ہی حضرت زبیر تیار ہو گئے آپ نے دوبارہ یہی فرمایا پھر بھی حضرت زبیر نے ہی قدم اٹھایا پس حضور ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا کوئی حواری یعنی مخلص ساتھی ہوتا ہے، میرے حواری زبیر ہیں۔ (بخاری، مسلم)

حواریوں کی دعا

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (آل عمران۔53)

اے پروردگار جو (کتاب) تونے نازل فرمائی ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور (تیرے) رسول کی اتباع کی لہٰذا ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ (آل عمران۔53)

The Prayer of Disciples

˹They prayed to Allah,˺ "Our Lord! We believe in Your revelations and follow the messenger, so count us among those who bear witness." (3:53)

چودہواں رکوع: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ۔۔ (آل عمران۔55)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

عیسیٰؑ کا رفع آسمانی، ایمان و عمل صالح کا اجر، قرآن: حکمت والی نصیحت، عیسیٰؑ اور آدمؑ کی تخلیق کا موازنہ، وفد نجران کے سوالوں کا جواب، مباہلہ کی دعوت، سچی اور حق بات۔

عیسیٰ علیہ السلام کا رفع آسمانی

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ (آل عمران۔55)

جس وقت اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! اب میں تجھے واپس لے لوں گا اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے اُن سے (یعنی ان کے ماحول سے) تجھے پاک کردوں گا۔ اور جو لوگ تیرے تابعدار رہوں گے انہیں تیرا انکار کرنے والوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں۔ پھر تم سب کو بالآخر میرے پاس ہی آنا ہے، اُس وقت میں اُن باتوں کا فیصلہ کردوں گا جن میں تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ (آل عمران۔55)

Jesus's ascension into heavens

˹Remember˺ when Allah said, "O Jesus! I will take you and raise you up to Myself. I will deliver you from those who disbelieve and elevate your followers above the disbelievers until the Day of Judgment. Then to Me you will ˹all˺ return, and I will settle all your disputes. (3:55)

Jesus was recalled from his role as Prophet and was lifted to heavens. A conspiracy was made to kill Jesus. Allah made the main culprit who betrayed Jesus look exactly like Jesus. Jesus was lifted towards heavens while the culprit was crucified.

We as Muslims also believe in the second coming of Jesus (PBUH).

وفات کے لفظ سے ہمیشہ موت ہی مراد نہیں ہوتا۔ انسان کی موت پر جو وفات کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس لئے کہ اس کے جسمانی اختیارات مکمل طور پر سلب کر لئے جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے وفات جسمانی اختیارات کے صلب ہونے کی مختلف صورتوں میں سے محض ایک صورت ہے۔ نیند میں بھی چونکہ انسانی اختیارات عارضی طور پر معطل کر دیئے جاتے ہیں اس لئے نیند پر بھی قرآن نے وفات کے لفظ کا اطلاق کیا ہے: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔۔۔ (الزمر۔42)۔ اس وجہ سے نیند کو وفات اصغر یا عارضی موت بھی کہا جاتا ہے۔ کئی احادیث میں بھی نیند کو عارضی موت کے ساتھ تشبیہ دی گئی جیسے سونے کی مسنون دعا میں ذکر ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وفات کے لفظ کا مطلب صرف موت ہی نہیں ہوتا۔ لغت میں وفات کے معنی پورا پورا لینے کے بھی آتے ہیں۔ اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ اے عیسیٰ تجھے میں قتل یا صلب کی سازش سے بچا کر پورا پورا اپنی طرف آسمانوں پر اٹھا لونگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پھر جب دوبارہ دنیا میں نزول ہو گا تو اس وقت موت سے ہمکنار کروں گا۔

ایمان اور عمل صالح کا اجر

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔ (آل عمران۔56)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انہیں ان کا حق پورا پورا دے گا، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔۔ (آل عمران۔56)

Reward for Faith and Good Practices

And as for those who believe and do good, they will be compensated in full. And Allah does not like the wrongdoers." (3:56)

قرآن: حکمت والی نصیحت

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔ (آل عمران۔56)

یہ جسے ہم تیرے سامنے پڑھ رہے ہیں آیتیں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہے۔ (آل عمران۔56)

Qur'an: A wise Reminder

We recite ˹all˺ this to you ˹O Prophet˺ as one of the signs and ˹as˺ a wise reminder. (3:56)

عیسیٰ اور آدمؑ کی تخلیق کا موازنہ

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۖ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔ (آل عمران۔56)

بیشک عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی ہے، اسے مٹی سے بنایا پھر اسے کہا کہ ہو جا، پھر وہ ہو گیا۔(آل عمران۔56)

Comparison of creation of Adam and Jesus

Indeed, the example of Jesus in the sight of Allah is like that of Adam. He created him from dust, then said to him, "Be!" And he was!

This means that if Jesus' miraculous birth is sufficient proof that he should be regarded either as God or as the son of God then there are even stronger grounds to apply this to Adam. For, while Jesus was born without a father, Adam was born with neither father nor mother.

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے کہ آدم کو بغیر مرد و عورت کے پیدا کیا اور حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا، اور عیسیٰ کو صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کر دیا اور باقی مخلوق کو مرد و عورت سے پیدا کیا۔ (ابن کثیر)

نجران کے عیسائی وفد کی مسجد نبویؐ آمد

سورۃ آل عمران کی ابتداء سے یہاں تک کی تمام آیتوں کے نزول کا سبب نجران کے نصاریٰ کا وفد تھا۔ یہ ساٹھ افراد کا وفد جس میں بڑے بڑے پادری اور بشپ شامل تھے مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔ آپؐ اس وقت عصر کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے تھے۔ وفد میں شامل کچھ افراد دل سے آپؐ کی نبوت کے قائل اور آپؐ کی صفات اور شان سے واقف تھے کیونکہ اگلی کتابوں میں آپؐ سے متعلق پڑھ چکے تھے لیکن اپنے مذہب کے ماحول میں جو ان کی تکریم و تعظیم تھی اور وہاں جو جاہ و منصب انہیں حاصل تھا اس کے چھن جانے کے خوف سے راہ حق کی طرف آنے میں ہچکچاہٹ تھی۔ حضورؐ کے ساتھ اس وفد کی تفصیلی گفتگو ہوئی۔ یہ لوگ حضور ﷺ سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں سوالات کر رہے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان کی تردید اور ان کے جواب میں سورۃ آل عمران کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

مذہبی رواداری کی اعلیٰ ترین مثال

نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے دوران اس مہمان عیسائی وفد کی عبادت کا وقت آگیا تو انہوں سے آپؐ سے اجازت طلب کی کہ اگر آپؐ اجازت دیں تو ہم یہیں اپنی عبادت کر لیں۔ آپؐ نے رواداری کی اعلیٰ ترین مثال قائم کرتے ہوئے اس کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ گھر رب کی عبادت کیلئے ہی ہے جس کے بعد انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے مسجد نبویؐ میں ہی اپنے طریق پر نماز ادا کر لی۔

مباہلہ سے کیا مراد ہے؟

فقل تعالوا ندع۔۔۔ (آل عمران۔56): اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو مباہلہ کرنے کی ہدایت دی گئی۔ جس کی تعریف یہ ہے کہ اگر کسی امر کے حق و باطل میں فریقین میں نزاع ہو جائے اور دلائل سے نزاع ختم نہ ہو تو پھر ان کو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ سب ملکر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ جو اس امر میں باطل پر ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وبال اور ہلاکت پڑے، لعنت کے معنی رحمت حق سے بعید ہو جانا ہے، اور رحمت سے بعید ہونا قہر سے قریب ہونا ہے، پس حاصل معنی اس کے یہ ہوئے کہ جھوٹے پر قہر نازل ہو، سو جو شخص جھوٹا ہو گا وہ اس کا خمیازہ بھگتے گا۔ اس طور پر دعا کرنے کو مباہلہ کہتے ہیں۔

مباہلہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

فیصلہ کی یہ صورت پیش کرنے سے دراصل یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ وفد نجران حضور ﷺ کے دلائل سننے کے بعد بھی جان بوجھ کر انکار، ضد اور ہٹ دھرمی کر رہا ہے جس کے پس منظر میں کوئی دلیل موجود نہیں۔ دوران گفتگو جو دلائل دیے گئے تھے ان میں سے کسی کا بھی جواب ان لوگوں کے پاس نہ تھا۔ اپنے عقائد و نظریات میں سے کسی کے حق میں بھی وہ خود اپنی کتب مقدسہ کی ایسی سند نہ پاتے تھے جس کی بناپر کامل یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کر سکتے کہ ان کا عقیدہ واقعی دین الٰہی کے عین مطابق ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی سیرت، آپ کی تعلیم اور آپ کے کارناموں کو دیکھ کر اکثر اہل وفد اپنے دلوں میں آپؐ کی نبوت کے قائل بھی ہو چکے تھے یا کم از کم اپنے انکار میں متزلزل ہو چکے تھے۔ اس لیے جب ان سے کہا گیا کہ اچھا اگر تمہیں اپنے عقیدے کی صداقت کا پورا یقین ہے تو آؤ ہمارے ساتھ دعا کرو کہ جو سچا نہ ہو اور حق پر نہ ہو تو اس پر اللہ کی طرف سے ہلاکت اور وبال نازل ہو، تو ان ساٹھ مذہبی پیشواؤں میں سے کوئی ایک بھی اس دعا کے لیے تیار نہ ہوا۔ اس طرح یہ بات تمام دنیا کے سامنے واضح ہو گئی کہ نجرانی وفد کے مذہبی پیشواء جن کے تقدس کا سکہ اور شہرت چاروں اطراف پھیلی ہوئی تھی دراصل ایسے عقائد کا اتباع کر رہے ہیں جو خود ان کی نظر میں مشکوک ہو چکے ہیں اور کی صداقت پر خود انہیں بھی مکمل اعتماد اور یقین نہیں ہے۔

سچی اور حق بات

اِنَّ هٰذَا لَـهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰـهٍ اِلَّا اللّٰـهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰـهَ لَـهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔(آل عمران۔62)

یہ بالکل صحیح واقعات ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ ہی غالب ہے اور حکمت والا ہے۔(آل عمران۔62)

True Narrative

Certainly, this is the true narrative, and there is no god ˹worthy of worship˺ except Allah. And indeed, Allah ˹alone˺ is the Almighty, All-Wise. (3:62)

پندرہواں رکوع: قُلْ يَآهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ۔۔۔ (آل عمران۔64)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اتحاد بین المذاہب کیلئے ڈائیلاگ، اہل کتاب سے مکالمہ، حتمی علم اللہ کے پاس، حق وباطل، جھوٹ اور سچ کی آمیزش نہ کرو، جان بوجھ کر حق نہ چھپاؤ۔ سیرت ابراہیمؑ کے اہم پہلو۔ دین حنیف کے علمبردار

اتحاد بین المذاہب کیلئے ڈائیلاگ

اہل کتاب کے ساتھ مکالمہ

قُلْ يَآهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ (آل عمران۔64)

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو اپنا رب نہ بنائے پس اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں۔ (آل عمران۔64)

Discussion on Similarities

Say, ˹O Prophet,˺ "O People of the Book! Let us come to common terms: that we will worship none but Allah, associate none with Him, nor take one another as lords instead of Allah." But if they turn away, then say, "Bear witness that we have submitted ˹to Allah alone˺." (3:64)

The invitation here is for the people of Divine Scripture to agree on common grounds. To agree on beliefs and teachings of their own Prophets which had been taught in their own scriptures.

اس آیت (تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم) سے دعوت و تبلیغ کا ایک اہم اصول معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہش مند ہو جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت کو صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو، جیسے رسول اللہ ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلہ کی طرف دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر۔

فقولو اشھدوا بانا مسلمون: اس آیت میں جو یہ کہا گیا کہ تم گواہ رہو، اس سے تعلیم دی گئی ہے کہ جب دلائل واضح ہونے کے بعد بھی کوئی حق کو نہ مانے تو اتمام حجت کے لئے اپنا مسلک ظاہر کر کے کلام ختم کر دینا چاہئے، مزید بحث و تکرار کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس آیت سے مکالمہ بین المذاہب کے حوالے سے ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے:

وسیع البنیاد اتحاد کے اساسی نکات

اس آیت میں تین نکات:

1۔ صرف اللہ کی عبادت کرنا۔

2۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔

3۔ کسی کو شریعت سازی کا خدائی مقام نہ دینا۔

لہٰذا کسی بھی وسیع البنیاد بین المذاہب اتحاد کیلئے ان تینوں نکات کو اساس و بنیاد بنانا چاہیے۔

اتحاد امت، اتحاد بین المسالک یا اتحاد بین المسلمین کیلئے بھی ان اصولوں سے رہنمائی لی جا سکتی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم کے مطابق آپ ﷺ نے ہرقل شاہ روم کو مکتوب تحریر فرمایا اور اس میں اسے اس آیت کے حوالے سے قبول اسلام کی دعوت دی اسے کہا اگر تو اسلام قبول کر لے گا تو تجھے دوہرا اجر ملے گا ورنہ ساری رعایا کا گناہ تجھ پر ہو گا۔

یہی دعوت تمام انبیاء کرام کی تھی، جیسے فرمان ہے: وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِيۡٓ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ۔ (الانبیاء:25) یعنی تجھ سے پہلے جس جس رسول کو ہم نے بھیجا سب کی طرف یہی وحی کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کیا کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِيۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ۔ (النحل:36) یعنی ہر امت میں رسول بھیج کر ہم نے یہ اعلان کروایا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی اطاعت سے اجتناب کرو۔

ابن جریج فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ایک دوسرے کی اطاعت نہ کریں۔

بغیر علم کے فضول بحث نہ کرو، حتمی علم اللہ کے پاس ہی ہے

هٰاَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ حٰجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (آل عمران۔66)

تم لوگ جن چیزوں کا علم رکھتے تھے اس میں بحث مباحثہ کر چکے ہو پھر اب اس بات میں کیوں بحث و تکرار کرتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں ؟ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (آل عمران۔66)

Leave baseless discussions and arguments

Here you are! You disputed about what you have ˹little˺ knowledge of, but why do you now argue about what you have no knowledge of? Allah knows and you do not know. (3:66)

حق و باطل، جھوٹ اور سچ کی آمیزش نہ کرو، جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (آل عمران۔71)

اے اہل کتاب! کیوں حق کو باطل کے ساتھ مشتبہ کرتے ہو اور جانتے ہوئے حق کی پردہ پوشی کرتے ہو۔ (آل عمران۔71)

Don’t mix truth with falsehood

O People of Divine Scripture! Why do you mix the truth with falsehood and conceal the truth knowingly? (3:71)

سولہواں رکوع: وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ--- (آل عمران۔72)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اللہ کا فضل، اللہ وسیع النظر ہے (واللہ واسع علیم)، اللہ کی رحمت خاص، غیر مسلموں کے اچھے اوصاف کی تعریف، عہد کی پاسداری اور تقویٰ، ایفائے عہد کی تاکید، محبت الٰہی کا اصول (فانّ اللہ یحب المتقین)، دین فروشی اور جھوٹے دعوے، کتاب اللہ کی غلط تاویل اور تحریف کرنے والے لوگ، رب کے بندے بنو (کونو ربّانیین)۔

اللہ کا فضل

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ (آل عمران۔73)

فضل و شرف اللہ کے اختیار میں ہے، جسے چاہے وہ عطا فرمائے۔ آل عمران۔73

Allah's bounty

Say, ˹O Prophet,˺ "Indeed, all bounty is in the Hands of Allah—He grants it to whoever He wills. And Allah is All-Bountiful, All-Knowing."(3:73)

دین اللہ کا فضل ہے اور یہ کسی کی میراث نہیں۔ وہ اپنا فضل جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

اللہ وسیع النظر ہے

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (آل عمران۔73)

اللہ وسیع النظر ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ (آل عمران۔73)

Allah is not narrow minded

Allah is All-Embracing, All-Knowing. (3:73)

اصل میں لفظ واسع یعنی وسیع النظر استعمال ہوا ہے جو قرآن میں تین مواقع پر آیا ہے۔

1۔ ایک وہ موقع جہاں انسانوں کے کسی گروہ کی تنگ خیالی و تنگ نظری کا ذکر آتا ہے اور اسے اس حقیقت پر متنبہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ اللہ تمہاری طرح تنگ نظر نہیں ہے۔

2۔ دوسرا وہ موقع جہاں کسی کے بخل اور تنگ دلی اور کم حوصلگی پر ملامت کرتے ہوئے یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ فراخ دست ہے، تمہاری طرح بخیل نہیں ہے۔

3۔ تیسرا وہ موقع جہاں لوگ اپنے خیالات کی تنگی کے سبب سے اللہ کی طرف کسی قسم کی محدودیت منسوب کرتے ہیں اور انہیں یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ غیر محدود ہے۔

اللہ کی رحمت خاص

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (آل عمران۔74)

وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کرلیتا ہے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔(آل عمران۔74)

He chooses whoever He wills to receive His mercy. And Allah is the Lord of infinite bounty. (3:74)

غیر مسلموں کے اچھے اوصاف کی تعریف

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ۔۔۔ (آل عمران۔75)

بعض اہل کتاب تو ایسے ہیں کہ اگر تو انہیں خزانے کا امین بنادے تو بھی وہ واپس کر دیں۔۔۔(آل عمران۔75)

Appreciating good qualities of non-Muslims

There are some among the People of Scripture who, if entrusted with a stack of gold, will readily return it. (3:75)

یہ آیت امانت کی واپسی کی اہمیت سے متعلق ہے۔

اس آیت میں امانت دار غیر مسلموں کی تعریف کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی غیر مسلم کے اچھے اوصاف کی مدح کرنا درست ہے۔اس بیان سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام تعصب اور تنگ نظری سے کام نہیں لیتا بلکہ وہ کھلے دل سے اپنے مخالف کے ہنر کی بھی اس کے مرتبہ کے مطابق داد دیتا ہے۔یہ ایک اسلامی ضابطہ ہے کہ معاشرتی معاملات میں امانت،دیانت،انصاف، سچائی، حسن سلوک سب کے ساتھ کرنا چاہئے۔اسی طرح بددیانتی، دھوکہ، فراڈ، ناانصافی، جھوٹ،بدسلوکی، ظلم چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم کسی کے ساتھ بھی جائز نہیں۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ بعض لوگ یہ نظریہ رکھتے تھے کہ مشرکین عرب چونکہ مشرک ہیں ہیں اس لئے ان کا مال ہڑپ کرلینا جائز ہے اس میں کوئی گناہ نہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کا مال ناحق غصب کرنے کی کیسے اجازت دے سکتا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: امانت ہر صورت میں ادا کی جائے گی چاہے وہ کسی نیکوکار کی ہو یا بدکار کی۔(ابن کثیر و فتح القدیر)

خیبر کے چرواہے کو ہدایت: بکریاں اپنے مالک کو واپس کرو

غزوہ خیبر کے موقع پر ایک چرواہا حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں آیا۔ وہ یہودیوں کی بکریاں چراتا تھا اس چرواہی نے جب دیکھا کہ خیبر کے باہر مسلمانوں کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں تو اس کے دل میں خیال آیا کہ میں جا کے ان سے ملاقات کروں اور دیکھوں یہ مسلمان کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ یہ تفصیلی واقعہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس نے آپ ﷺ سے ملاقات کی، کچھ سوالات کیے اور اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا تم جو بکریاں لے کر آئے ہو پہلے ان کو اپنے مالک کو واپس کرو، پھر ہمارے ساتھ شامل ہو۔ اس لئے کہ یہ بکریاں تمہارے پاس امانت ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ جس کے ساتھ جنگ ہو رہی ہے۔ ان کے مال کے اندر بھی حضورؐ نے خیانت کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ چرواہا بکریاں معاہدے پر لے کر آیا تھا اس لیئے آپؐ نے حکم دیا کہ پہلے وہ بکریاں واپس کر کے آئے پھر مسلمان ہو کر ہمارے ساتھ شامل ہو۔

خیبر کی مہم کے موقع پر ہی ایک اور واقعہ ہوا۔ خیبر کے کچھ یہود آپؐ کی خدمت میں شکایت لے کر آئے کہ کچھ مسلمانوں نے ان کے جانور لوٹے اور پھل توڑے ہیں۔ نبی کریمؐ نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تم بغیر اجازت کسی کے گھر گھس جاؤ اور پھل توڑو۔ (ابوداؤد)

پھر ایک روایت میں آتا ہے فتح خیبر کے دوران تورات کے بعض نسخے مسلمانوں کو ملے۔ یہودی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری کتاب مقدس ہمیں واپس کی جائے۔ حضورؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہود کی مذہبی کتابیں ان کو واپس کر دو۔

افسوس ہے کہ آج کل بعض مسلمان یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ غیر مسلموں کا مال غصب کرنے میں یا کسی غیر مسلم بنک سے قرض لے کر واپس نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ نظریہ قطعاً درست نہیں۔ اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات واضح ہیں کہ قرض یا مال کسی سے بھی لیا جائے چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم تو اس کی واپسی ضروری ہے۔

دینار کا مطلب

ابن ابی حاتم میں حضرت مالک بن دینار کا قول مروی ہے کہ دینار کو اس لئے دینار کہتے ہیں کہ وہ دین یعنی ایمان بھی ہے اور نار یعنی آگ بھی ہے، مطلب یہ ہے کہ حق وانصاف کے ساتھ لو تو دین، ناحق یا کسی کی حق تلفی کر کے لو تو نار یعنی آتش دوزخ۔

عہد کی پاسداری اور تقویٰ

بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ (آل عمران۔76)

Absolutely! Those who honour their trusts and shun evil—surely Allah loves those who are mindful ˹of Him˺. (3:76)

عہد اس قول کا نام ہے جو فریقین کے درمیان باہمی بات چیت سے طے ہوتا ہے، جس پر جانبین کو قائم رہنا ضروری ہوتا ہے، بخلاف وعدہ کے کہ وہ ایک طرف سے ہوتا ہے۔

اس آیت میں عہد پورا کرنے کا مطلب ہے کہ وہ عہد پورا کرے جو اہل کتاب سے یا ہر نبی کے واسطے سے ان کی امتوں سے نبی اکرمؐ پر ایمان لانے کی بابت لیا گیا ہے۔ اور پرہیزگاری کرے یعنی اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچے اور ان باتوں پر عمل کرے جو نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائیں۔ ایسے لوگ یقیناً مواخذہ الٰہی سے نہ صرف محفوظ رہیں گے بلکہ محبوب باری تعالیٰ ہونگے۔

قرآن وسنت میں ایفائے عہد کی تاکید

ایفائے عہد کی قرآن وسنت میں بہت تاکید آئی ہے۔

دین فروشی اور جھوٹا دعویٰ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَ لِيْمٌ۔ (آل عمران۔77)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے حقیر معاوضہ لیتے ہیں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور ان سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف نہ دیکھے گا اور انہیں پاک بھی نہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(آل عمران۔77)

Traders of Divine Teachings and false claims

Indeed, those who trade Allah's covenant and their oaths for a fleeting gain will have no share in the Hereafter. Allah will neither speak to them, nor look at them, nor purify them on the Day of Judgment. And they will suffer a painful punishment. (3:77)

اس آیت میں دو گناہوں کا ذکر ہے:

1۔ دنیاوی مفاد کیلئے اللہ کے عہد (دین) کو بیچ دینا۔

2۔ جھوٹی قسم یا جھوٹا دعویٰ کرکے اپنا سودا بیچنا یا کسی کا مال ہڑپ کر جانا۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَنْ حَلَفَ عَلى يَمِينٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ۔ کہ جو شخص کسی کا مال ہتھیانے کے لئے جھوٹی قسم کھائے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہو گا۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ فَضْلَ مَاءٍ عِنْدَهُ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلى سِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ يَعْنِي كَاذِبًا وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا، فَإِنْ أَعْطَاهُ وَفَى لَهُ، وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ لَمْ يَفِ لَهُ۔

تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا ان میں ایک وہ شخص ہے جو جھوٹی قسم کے ذریعے سے اپنا سودا بیچتا ہے۔ (مسند احمد)

حدیث: احادیث میں آتا ہے کہ کندہ قبیلے کے ایک شخص امرو القیس بن عامر کا جھگڑا ایک حضرمی شخص سے زمین کے بارے میں تھا جو حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ حضرمی اپنا ثبوت پیش کرے اس کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا تو آپؐ نے فرمایا اب کندی قسم کھالے۔ اس پر حضرمی کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ جب اس کی قسم پر ہی فیصلہ ٹھہرا تو رب کعبہ کی قسم یہ تو قسم کھالے گا اور میری زمین لے جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص جھوٹی قسم سے کسی کا مال لے گا تو جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا اللہ اس سے سخت ناراض ہونگے پھر آنحضرت ﷺ نے اس آیت (آل عمران۔77) کی تلاوت فرمائی تو امرو القیس نے کہا یا رسول اللہ اگر تو کوئی اپنا حق چھوڑ دے تو اسے کیا اجر ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا: جنت، تو کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ گواہ رہئے کہ میں نے وہ ساری زمین چھوڑ دی اور اپنے حق سے دستبردار ہو گیا۔ (مسند احمد، نسائی)

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ المِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِي أَعلَى الجَنَّةِ لِمَن حَسُنَ خُلُقُهُ۔

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کے لیے جنت کے اطراف میں گھر دیے جانے کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا چھوڑ دے اور اس شخص کے لیے جنت کے درمیان میں گھر کا ضامن ہوں جو مذاق میں بھی جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اس شخص کے لیے جنت کے بالائی حصے میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو اچھے اخلاق کا مالک بن جائے۔ (ابو داوٗد)

کتاب اللہ کی غلط تاویل اور تحریف کرنے والے لوگ

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ (آل عمران۔78)

اُن میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا الٹ پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے، حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی، وہ کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا، وہ جان بوجھ کر جھوٹ بات اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔(آل عمران۔78)

Twisting the meaning of Divine Scripture

There are some among them who distort the Book with their tongues to make you think this ˹distortion˺ is from the Book—but it is not what the Book says. They say, "It is from Allah"—but it is not from Allah. And ˹so˺ they attribute lies to Allah knowingly. (3:78)

This could mean that they either distort the meaning of the Scriptures or twist the words of the text in order to misinterpret it. Its real meaning, however, seems to be that when, during their reading of the Scriptures, they encounter any word or sentence which goes against their interests, and the beliefs and notions which they cherish, they distort the meaning of it by deliberately twisting their tongues.

یہ ان لوگوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے کتاب الٰہی یعنی تورات میں نہ صرف بد دیانتی و تبدیلی کی بلکہ دو جرم بھی کئے ایک تو زبان کو مروڑ کر کتاب کے الفاظ پڑھتے جس سے عام لوگوں کو مختلف مفہوم و معانی کا تاثر دینے میں وہ کامیاب رہتے۔ زبان موڑنے سے مطلب یہاں تحریف اور غلط تاویل کرنا ہے دوسرا وہ اپنی خود ساختہ باتیں اللہ کی طرف منسوب کر کے بتاتے۔ اس کا مطلب اگرچہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کتاب الٰہی کے معانی میں تحریف کرتے ہیں، یا الفاظ کا الٹ پھیر کر کے کچھ سے کچھ مطلب نکال لیتے ہیں، لیکن اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ کتاب کو پڑھتے ہوئے کسی خاص لفظ یا فقرے کو، جو ان کے مفاد یا ان کے خود ساختہ عقائد و نظریات کے خلاف پڑتا ہو، زبان کی گردش سے کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔

بد قسمتی سے امّت مسلمہ کے مذہبی پیشواؤں میں بھی نبی اکرم ﷺ کی پیشن گوئی کہ تم اپنے سے پہلی امتوں کی قدم بقدم پیروی کرو گے کے مطابق بکثرت ایسے لوگ موجود ہیں جو عقیدے یا نظریے کی خرابی، جماعتی تعصب، فقہی جمود یا دنیوی اغراض کی وجہ سے قرآن کریم کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتے ہیں۔ پڑھتے قرآن کی آیت ہیں اور مسئلہ اپنا خود ساختہ بیان کرتے ہیں۔ عوام سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے مسئلہ قرآن سے بیان کیا ہے حالانکہ اس مسئلے کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یا پھر آیات میں معنوی تبدیلی و تحریف سے کام لیا جاتا ہے تاکہ باور یہی کرایا جائے کہ یہ من عند اللہ ہے۔

رب کے بندے بنو

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَۙ۔ (آل عمران۔79)

کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ لیکن کہے گا کہ تم لوگ کے بندے بن جاؤ اس لیے کہ یہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔(آل عمران۔79)

Become Allah’s Servant

It is not appropriate for someone who Allah has blessed with the Scripture, wisdom, and prophethood to say to people, “Worship me instead of Allah.” Rather, he would say, “Be devoted to the worship of your Lord ˹alone˺”—in accordance with what these prophets read in the Scripture and what they taught. (3:79)

یہ آیت اگرچہ ان لوگوں کے ضمن میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے پیغمبرؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا درجہ دے دیا تھا۔
حالانکہ وہ ایک انسان تھے جنہیں کتاب و حکمت اور نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا بھلا وہ کیسے یہ دعویٰ کر سکتے تھے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے پجاری اور بندے بن جاؤ۔

ان آیات میں یہ قاعدہ کلیہ بتایا گیا ہے کہ ایسی کوئی تعلیم جو اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی و پرستش سکھاتی ہو اور کسی بندے کو بندگی کی حد سے بڑھا کر خدائی کے مقام تک لے جاتی ہو، ہرگز کسی پیغمبر کی دی ہوئی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ جہاں کسی مذہبی کتاب میں یہ چیز نظر آئے، سمجھ لو کہ یہ گمراہ کن لوگوں کی تحریفات کا نتیجہ ہے۔

اس آیت کا مفہوم عام ہے جس کی رو سے یہ بھی تاکید کی جا رہی ہے کہ آدمی اپنے نفس اور خواہشات کا غلام نہ بنے۔ اپنی ذات، برادری کا بندہ نہ بنے۔، مولوی صاحب اور پیر صاحب کا بندہ نہ بنے بلکہ بندگی اور عبادت صرف اپنے رب کی کرے۔ جیسا کہ دوسرے مقام میں فرمایا گیا: اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔

اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے اپنے عالموں اور صوفیوں کو رب بنا لیا۔(التوبہ:31)

یہ رب بنانا حدیث کے مطابق ان کے حلال کیے گئے کو حلال اور حرام کیے گئے کو حرام سمجھنا تھا۔

بقول شاعر:

ہے مستند ہے حضرت کا فرمایا ہوا

حدیث: الكيس من دان نفسه وعمل لما بعدالموت والعاجز من اتبع نفسه هواها و تمنى' على الله۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرے اور بیوقوف اور سست وہ ہے جو اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرے اور اس کے باوجود اللہ سے امیدیں باندھتا رہے۔ ترمذی

تیسرے پارے کا آخری رکوع: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ۔۔۔ (آل عمران۔81)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

انبیاء سے عہد و میثاق، اللہ تعالیٰ کے تین عہد، دین واحد: دین اسلام۔ توبہ، اصلاح اور قبولیت، خاتمہ بالا یمان کی اہمیت۔

انبیاء سے عہد و میثاق

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰ لِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (آل عمران۔81)

یاد کرو، اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ: آج ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اُسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے، تو تم کو اس پر ایمان لانا ہو گا اور اس کی مدد کرنی ہو گی۔ یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا، "کیا تم اِس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟" اُنہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں اللہ نے فرمایا، "اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ (آل عمران۔81)

Covenant with Prophets

˹Remember˺ when Allah made a covenant with the prophets, ˹saying,˺ "Now that I have given you the Book and wisdom, if there comes to you a messenger[1] confirming what you have, you must believe in him and support him." He added, "Do you affirm this covenant and accept this commitment?" They said, "Yes, we do." Allah said, "Then bear witness, and I too am a Witness." (3:81)

اللہ تعالیٰ کے تین عہد

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے تین طرح کے عہد لئے ہیں۔

1۔ ایک عہد تمام بنی نوع انسان سے لیا گیا جس کو عہد الست کہتے ہیں جس کا ذکر سورۃ اعراف میں الست بربکم (172:7) کے تحت کیا گیا ہے۔ اس عہد کا مقصد یہ تھا کہ تمام بنی نوع انسان خدا کی ہستی اور ربوبیت عامہ پر اعتقاد رکھے کیونکہ مذہب کی ساری عمارت اسی سنگ بنیاد پر ہے، جب تک یہ اعتقاد نہ ہو، مذہبی میدان میں عقل و فکر کی رہنمائی کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرا عہد علماء سے لیا تھا۔ یہ عہد اگرچہ اہل کتاب کے علماء سے لیا گیا تھا کہ ہمیشہ حق بات لوگوں کو بتلائیں گے اور حق اور سچ کو نہیں چھپائیں گے: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ۔۔۔ اور جب اللہ نے ان لوگوں سے پختہ وعدہ لیا جنہیں کتاب عطا کی گئی تھی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے صاف صاف بیان کروگے اور (جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے) اسے نہیں چھپاؤ گے۔ (آل عمران۔187)

یہ حکم اگرچہ اہل کتاب کے علماء کو دیا گیا تھا مگر یہ حکم ہر دور کے علماء کیلئے ہے کہ حق کو چھپانا یا اس میں خلط ملط اور تلبیس کرنا حرام ہے۔ ہر دور کے علماء کو اس روش پر عمل کرنا چاہیئے کہ کتمان حق نہ کریں یعنی وہ حق کو نہ چھپائیں، بلکہ صاف اور واضح طور پر بیان کریں۔ آیت: وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ۔۔ کا یہ بھی مطلب ہے کہ حق بات کو غلط باتوں کے ساتھ گڈمڈ کر کے اس طرح پیش کرنا جس سے مخاطب مغالطہ میں پڑ جائے جائز نہیں۔ سورۃ البقرۃ کے اندر فرمایا: وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اور سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ (البقرہ:42)

3۔ اللہ تعالیٰ نے تیسرا عہد انبیاء کرام سے لیا جس کا ذکر اس آیت کے اندر کیا جا رہا ہے۔

یعنی ہر نبی سے یہ وعدہ لیا گیا کہ اس کی زندگی اور دور نبوت میں اگر دوسرا نبی آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہوگا۔ جب نبی کی موجودگی میں آنے والے نئے نبی پر خود اس نبی کو ایمان لانا ضروری ہے تو ان کی امتوں کے لئے تو اس نئے نبی پر ایمان لانا بطریق اولیٰ ضروری ہے۔

یہاں ایک اور بات سمجھ لینی چاہیے کہ محمد ﷺ سے پہلے ہر نبی سے یہی عہد لیا جاتا رہا ہے اور اسی بنا پر ہر نبی نے اپنی امت کو بعد کے آنے والے نبی کی خبر دی ہے اور اس کا ساتھ دینے کی ہدایت کی ہے۔ لیکن نہ قرآن میں نہ حدیث میں، کہیں بھی اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ حضرت محمد ﷺ سے ایسا عہد لیا گیا ہو یا آپ نے اپنی امت کو کسی بعد کے آنے والے نبی کی خبر دے کر اس پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی ہو۔

اس مفہوم کے لحاظ سے یہ بات واضح ہے کہ نبوت محمدیؐ کے سراج منیر کے بعد کسی بھی نبی کا چراغ نہیں جل سکتا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کے اوراق پڑھ رہے تھے تو نبی اکرم ﷺ یہ دیکھ کر غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات

کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہو کر آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے لگ جاؤ تو گمراہ ہو جاؤ گے۔(مسند احمد)۔

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو وہ بھی قرآن حکیم اور تمہارے نبی ہی کے احکام پر عمل کریں گے۔(تفسیر ابن کثیر)

یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات بیت المقدس میں آپ ﷺ کو تمام انبیاء کی امامت کا شرف عطا کر کے امام الانبیاء کے اعزاز سے نوازا گیا۔اسی طرح میدان محشر میں بھی اللہ تعالیٰ کی فیصلوں کو انجام تک پہنچانے میں آپ ہی شفیع ہوں گے یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔بہر حال اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ اب قیامت تک واجب الاتباع صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور نجات انہی کی اطاعت پر منحصر ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دین واحد: دین اسلام

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔

کیا اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین تلاش کرتے ہیں حالانکہ آسمان وزمین کی ساری چیزیں چار و ناچار اللہ ہی کی فرمانبردار ہیں اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔آل عمران۔83

There is no way other than Allah's way

Do they desire a way other than Allah's—knowing that all those in the heavens and the earth submit to His Will, willingly or unwillingly, and to Him they will ˹all˺ be returned? (3:83)

The basic principle characterizing the universe, in other words the religion of the universe and of every part of it, is Islam. As the universe is in a state of total obedience and service to the Will of God, Here people are asked if they would follow a way of life different from Islam though they are part of the universe which is characterized by submission to God (Islam).

دین اسلام۔تمام انبیاء کا دین

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (آل عمران۔84)

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ملا ہم ان میں سے کسی کو جدا نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔(آل عمران۔84)

Say, ˹O Prophet,˺ "We believe in Allah and what has been revealed to us and what was revealed to Abraham, Ishmael, Isaac, Jacob, and his descendants; and what was given to Moses, Jesus, and other prophets from their Lord—we make no distinction between any of them, and to Him we ˹fully˺ submit." (3:84)

اللہ کے قابل قبول دین: دین اسلام

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (آل عمران۔85)

جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اللہ کے ہاں اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہو گا۔(آل عمران۔85)

Whoever seeks a way other than Islam, it will not be accepted from them, and in the Hereafter, they will be among the losers. (3:85)

کونسا اسلام مراد ہے؟

اسلام کے لفظی معنی اطاعت وفرمانبرداری کے ہیں، اور اصطلاح میں خاص اس دین کی اطاعت کا نام اسلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے، کیونکہ عقائد اور اصول دین تمام انبیاء کے ایک ہی ہیں۔ پھر لفظ اسلام کبھی تو اس عام مفہوم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی صرف اس آخری شریعت کے لئے بولا جاتا ہے جو خاتم الانبیاء ﷺ پر نازل ہوئی۔ قرآن کریم میں یہ دونوں طرح کے اطلاقات موجود ہیں۔ انبیاء سابقین کا اپنے آپ کو مسلم کہنا اور اپنی امت کو امت مسلمہ کہنا بھی نصوص قرآن سے ثابت ہے، اور اسلام کے نام کا خاتم الانبیاء کی امت کے ساتھ مخصوص ہونا بھی مذکور ہے۔

قرآن میں اس سلسلے میں ارشاد ہے: هو سمكم المسلمين من قبل وفي هذا۔(78:22)۔

خلاصہ یہ کہ ہر دین الٰہی جو کسی نبی اور رسول کے ذریعے دنیا میں آیا اس کو بھی اسلام کہا جاتا ہے، اور امت محمدیہ کے لئے یہ خاص لقب کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ قرآن کریم میں اس جگہ اسلام کے لفظ سے کونسا مفہوم مراد ہے؟

صحیح بات یہ ہے کہ دونوں میں سے جو بھی مراد لیا جائے، نتیجہ کے اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، کیونکہ انبیاء سابقین کے دین کو جو اسلام کا نام دیا گیا ہے وہ ایک محدود امت اور مخصوص زمانے کے لئے تھا، اسوقت کا اسلام وہی تھا۔ اسی سلسلہ دین کی آخری تعلیمات حضور اکرم کو دی گئیں۔ اس لحاظ سے دین محمدیؐ دراصل اسی سلسلہ اسلام کی آخری کڑی یا فائنل ورژن ہے جس کا آغاز پہلے انسان اور پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے کیا گیا تھا۔

اب اسلام صرف وہ دین ہے جو آنحضرت ﷺ کے واسطہ سے ہم تک پہنچا۔ اسی لئے احادیث کے اندر آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج اگر حضرت موسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو اس وقت ان پر بھی میری ہی اتباع لازم ہوتی۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ قریب قیامت میں حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے، تو باوجود اپنے وصف نبوت اور عہدہ نبوت پر قائم رہنے کے اس وقت وہ بھی آپ ﷺ ہی کی شریعت کا اتباع کریں گے۔

اس لئے اس جگہ خواہ اسلام کا عام مفہوم مراد لیں یا آخری امت مسلمہ کا دین مراد لیں۔ نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے کہ حضورؐ کی بعثت کے بعد صرف وہی دین اسلام کہلائے گا جو آپؐ کے ذریعہ دنیا کو پہنچا ہے۔ وہی تمام انسانوں کے لئے مدار نجات ہے، آیت مذکورہ میں اسی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا کہ اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین جو شخص اختیار کرے وہ اللہ کے نزدیک مقبول نہیں۔

توبہ، اصلاح اور قبولیت

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۗ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ اور اصلاح کی تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ آل عمران۔89

Mend and Repentance

As for those who repent afterwards and mend their ways, then surely Allah is All-Forgiving, Most Merciful. (3:89)

آیت کا شان نزول: انصار میں سے ایک مسلمان دین اسلام چھوڑ کر اسلام کے بدترین مخالفین قریش مکہ سے جاملا لیکن بعد میں اسے ندامت ہوئی اور اس نے لوگوں کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ تک پیغام بھجوایا کہ میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حق پہچاننے کے بعد بغض، عناد اور سرکشی سے حق کا انکار کر دینا اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے اور بغاوت کے جرم میں آتا ہے تاہم اگر کوئی خلوص دل سے توبہ اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے اس کی توبہ قابل قبول ہے۔

لیکن اگلی آیت میں ایک ایسی توبہ کا ذکر ہے جو اللہ کے ہاں قبول نہیں۔ اس سے وہ توبہ مراد ہے جو موت کے وقت ہو یا موت کو سامنے دیکھ کر کی جائے جیسے فرعون کی توبہ جو اس نے غرق ہوتے وقت کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ۔ (النساء:18) ان کی توبہ قبول نہیں ہے جو برائی کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے ایک کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے میری توبہ۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر۔ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک اس پر موت کی کیفیت طاری نہ ہو (یعنی جان نکلتے وقت کی توبہ قبول نہیں)۔ (مسند احمد)

خاتمہ بالایمان کی اہمیّت

حدیث: انّما الاعمال بالخواتیم،

بے شک اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔

حسن خاتمہ سے کیا مراد ہے؟

حسن خاتمہ یا اچھے انجام کا مطلب صرف یہ نہیں کہ آپ ضرور مسجد میں فوت ہوں، یا جائے نماز پر، یا آپ جس وقت فوت ہوں تو قرآن آپ کے ہاتھ میں ہو یا آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوں۔

تمام مخلوقات میں سے بہترین حضرت محمد ﷺ جس وقت فوت ہوئے وہ اپنے بستر پر تھے۔

آپؐ کے دوست ابو بکر صدیق رضي اللہ عنہ جو صحابہ میں سے بہترین تھے وہ اپنے بستر پر فوت ہوئے۔

خالد بن الولید رضي اللہ عنہ جن کا لقب سیف اللہ تھا وہ اپنے بستر پر فوت ہوئے۔

لیکن حسن خاتمہ یہ ہے کہ اس حال میں فوت ہوں کہ شرک سے پاک ہوں۔

حسن خاتمہ یہ ہے کہ اس حال میں فوت ہوں کہ نفاق سے پاک ہوں۔

حسن خاتمہ یہ ہے کہ اس حال میں فوت ہوں کہ آپ بدعتوں سے پاک ہوں۔

حسن خاتمہ یہ ہے کہ اس حال میں فوت ہوں کہ آپ قرآن وسنت پر عمل پیرا ہوں۔

حسن خاتمہ یہ ہے کہ اس حال میں فوت ہوں کہ آپ کسی کے خون، مال اور عزت کے بوجھ سے ہلکے ہوں۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والے ہوں۔

حلال وحرام کی پابندی کرنے والے ہوں۔

حسن خاتمہ یہ ہے کہ اس حال میں فوت ہوں کہ آپ کا دل سلامت ہو نیت پاک ہو اور آپ حسن اخلاق پر ہوں۔ کسی کے لیے آپ کے دل میں کوئی بغض کینہ اور نفرت نہ ہو۔

حسن خاتمہ یہ ہے کہ اس حال میں فوت ہوں کہ آپ فرائض کی پابندی اور گناہوں سے بچنے والے ہوں۔ نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے والے ہوں۔

خاتمہ بالایمان کی دعا:

اللهم أَحسنْ عاقبتَنا في الأمور كلِّها وأجِرْنا من خزي الدنيا وعذابِ الآخرة

اے اللہ پاک تمام کاموں میں ہمارا انجام اچھا کر دے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچالے۔

آمین یارب العالمین

خلاصہ قرآن پر اپنی قیمتی تجاویز، آراء اور تبصروں سے ضرور آگاہ فرمائیں

For Feedback, Comments and Suggestions Please Contact:
Mobile: +44 785 3099 327
Email: hafizmsajjad@gmail.com